جمادی الاولیٰ ۱۴۴۵ھ / نومبر ۲۰۲۳ء
NOVEMBER-2023 Rs. 30/-

مدیر اعلیٰ جانشین تاج الشریعہ مفتی محمد عسجد رضا خاں قادری نوری بریلوی مدظلہ العالی

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا
بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

شادی بیاہ کے بڑھتے اجراجات وخرافات اوران کا حل
بلاد اسلامیہ میں عشاق مصطفیٰ کا محافل میلاد وجلوس کا انعقاد
محفل میلاد النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور مخالفین کے اعتراضات
یہودی ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن
سلطان اورنگ زیب ایک انصاف ور حاکم
بات طاقت کی نہیں غیرت ایمانی کی ہے
حضور حجۃ الاسلام !ایک مختصر تعارف
ارض اقصیٰ پر اسرائیل کا شیطانی رقص
مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور فلسطین
الٰہی بھیج یہاں پھر کوئی سلطانِ ایوبی
حسد کا وبال، اسباب اور علاج
امام احمد رضا اور فن شعر وسخن
کجا ماند مسلمانی

مدیر: مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

بیادگار

امام المتکلمین حضرت علامہ مفتی محمد نقی علی خاں قادری بریلوی، اعلیحضرت امام احمد رضا خاں قادری بریلوی، حجۃ الاسلام حضرت علامہ مفتی محمد حامد رضا خاں قادری بریلوی، مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد مصطفےٰ رضا خاں قادری بریلوی، مفسر اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد ابراہیم رضا خاں قادری بریلوی رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین

بانی و سرپرست روحانی

وارثِ علوم اعلیٰ حضرت عکسِ حجۃ الاسلام ثانی
مفتی اعظم نور دیدۂ مفسر اعظم تاج الشریعہ
بدر الطریقہ حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد اختر رضا
خان قادری ازہری بریلوی
رحمۃ اللہ علیہ

سرپرست و مدیر اعلیٰ

نبیرۂ اعلیٰ حضرت شہزادہ و جانشین تاج الشریعہ
قاضی القضاۃ فی الہند پیر طریقت رہبر شریعت
قائد ملت حضرۃ العلام الحاج الشاہ المفتی
محمد عسجد رضا
خان قادری نوری بریلوی
مدظلہ العالی

...اہل سنت وجماعت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کا علمی دینی و اصلاحی ترجمان

مسلکِ اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سُنّی دُنیا

بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

شمارہ نمبر ۱۱
Issue No. 11
Vol. 8 جلد نمبر ۸

۱۴۴۵ھ
جمادی الاولیٰ
نومبر ۲۰۲۳ء

مدیر: مولانا محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

تزئین کار

عتیق احمد حشمتی (شجاع ملک)
آئی ٹی ہیڈ: جامعۃ الرضا

محمد تمہید خان عرشی
فائزہ پرنٹرس، حامدی مارکیٹ

قیمت فی شمارہ: ۳۰ روپئے
سالانہ ۳۵۰ روپئے سادہ ڈاک سے
سالانہ ۶۰۰ روپئے رجسٹرڈ ڈاک سے
پاکستان، سری لنکا اور بنگلہ دیش سے ۱۲۰۰ روپئے
امریکہ اور دیگر ممالک سے ۳۵ امریکی ڈالر

انتباہ

کسی بھی طرح کی قانونی چارہ جوئی صرف بریلی شریف کے کورٹ میں قابل سماعت ہوگی، مضمون نگار اور اہل قلم کی آرا سے ادارہ کا اتفاق ضروری نہیں۔

نوٹ

قارئین کرام رسالہ سے متعلق کسی بھی طرح کی شکایت یا معلومات کے لئے صبح ۹ بجے سے دوپہر ۲ بجے تک موبائل نمبر 8755096981 پر رابطہ کر سکتے ہیں۔

ہدایت

اہل قلم حضرات اور شعرائے اسلام سے التماس ہے کہ اپنے کمپوزشدہ مضامین و منظومات کی ان پیج یا ڈوک فائل رسالہ کی ای میل آئی ڈی پر بھی بھیج سکتے ہیں۔

رابطہ کا پتہ

ماہنامہ سُنّی دُنیا
۸۲/سوداگران، درگاہ اعلیٰ حضرت
بریلی شریف پن نمبر ۲۴۳۰۰۳

Email:
sunniduniya@aalaahazrat.com
nashtarfaruqui@gmail.com
atiqahmad@aalaahazrat.com
Visit Us:
www.sunniduniya.com
www.aalaahazrat.com
www.cisjamiaturraza.ac.in

Contact Address
MAHNAMA SUNNI DUNIYA
82-Saudagran, Dargah Aalahazrat
Bareilly Sharif (U.P.) Pin - 243003
Contact Numbers
0581-2458543, 2472166, 3291453

ایڈیٹر، پبلیشر، پرنٹر اور پروپرائٹر مولانا محمد عسجد رضا خاں قادری نے فائزہ پرنٹرس، بریلی سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ سنی دنیا ۸۲/سوداگران درگاہ اعلیٰ حضرت بریلی سے شائع کیا۔

Editor, Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Opp. Lala Kashinath Jewelers, Hamidi Complex, Gali Wazeer Ali, Bara Bazar, Bareilly, Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Shareef (U.P.)

اس شمارے میں

مشمولات

"اس وقت سرزمین انبیا فلسطین پر بسنے والے اہل ایمان سخت آزمائشوں سے گزر رہے ہیں، انھیں دن کو چین ہے، نہ رات کو سکون! ہر وقت یہ دھڑکا لگا رہتا ہے کہ کہیں سے کوئی اسرائیلی میزائل آکر ان کے وجود کو بکھیر کر نہ رکھ دے، کہیں کوئی ٹینک انھیں بوٹیوں میں نہ تبدیل کردے، شام کو اپنے ننھے لخت جگر کے ٹکڑے قبر کے حوالے کر کے آتے ہیں تو صبح انھیں بھی وہاں پہنچانے کی نوبت آجاتی ہے، خبروں کے ذریعہ یہ منظر دیکھ کر ہمارا کلیجہ منہ کو آرہا ہے، الٰہی ان پر رحم فرما جوان صبر آزما حالات کا سامنا کر رہے ہیں، الٰہی تو ہی ان کا حامی و ناصر ہے، تجھے تیرے حبیب ﷺ کا واسطہ! ان کے سروں سے یہ اسرائیلی بلا ہمیشہ کے لئے ٹال دے، آمین۔ نشترؔ فاروقی"

مفتی محمد عبد الرحیم نشتر فاروقی

الٰہی بھیج یہاں پھر کوئی سلطانِ ایوبی

اداریہ

فلسطین وہ متبرک سرزمین ہے جہاں کئی انبیائے کرام نے اپنے مقدس شب وروز گزارے ہیں، قبلۂ اوّل کا وجود مسعود بھی اس کی اہمیت وانفرادیت کو دوچند کرتا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور سلطان صلاح الدین ایوبی علیہ الرحمہ کے دست شجاعت نے اس کی زلفوں کو سنوارا ہے، اس لئے یہ ارض مقدس ہمیشہ مسلمانوں کے لئے متبرک اور مرکز رہی ہے، یوں تو اس زمین نے صدیوں نشیب وفراز کا سامنا کیا ہے، کئی بار تاراج ہوئی اور آباد ہوئی ہے، کئی بار مسلمانوں کی بے گور وکفن لاشوں کا بوجھ اٹھایا اور پھر اپنی آغوش میں ان کی نسل نو کی پرورش بھی کی ہے لیکن مسلمانوں کی جرأت وشجاعت کے جوہر کو کبھی زنگ آلود نہیں ہونے دیا، آج ایک بار پھر فلسطین لہولہو ہے اور پرستاران حق کا وجود اپنے جسم کے بکھرے ہوئے چیتھڑوں کو سمیٹنے والے کسی مسیحا کی راہ تک رہا ہے۔

فلسطین اسرائیل تنازع دنیا کے قدیم اور طویل ترین تنازعات میں سے ایک ہے، مشرق وسطیٰ کے اس خونی تنازع کو آج دہائیاں گزر چکی ہیں، لیکن اس کا کوئی حل ہوتا دکھائی نہیں دے رہا، اس راہ میں اسرائیل کی موجودہ پالیسی اہم سدراہ ہے، اسے پورے فلسطین پر قبضہ چاہئے خواہ فلسطینی کہیں بھی جائیں، یہی وجہ ہے کہ دوران جنگ دوسرے ممالک میں پناہ گزیں مسلمانوں کی فلسطین واپسی اسے ایک آنکھ بھی نہیں بھاتی، چنانچہ جب کوئی پناہ گزیں مسلمان فلسطین واپسی کی کوشش کرتا ہے تو اسرائیل اسے سختی سے روکتا ہے اور نہ رکنے پر اسے موت کی نیند سلا دیتا ہے۔

۱۹۴۸ء سے قبل پورے فلسطین پر صدیوں سے مسلمانوں کا قبضہ تھا، ۱۵۱۷ء میں یہاں مسلمانوں کا تناسب ۹۸ رفیصد تھا جبکہ یہودیوں کا تناسب صرف ایک اعشاریہ ۷ رفیصد تھا، یہاں تک کہ ۱۹۱۷ء میں بھی یہودیوں کی کل آبادی صرف ۸ راعشاریہ ایک فیصد تھی جو ارض فلسطین کے ایک چھوٹے سے خطہ پر پناہ گزیں تھی، یہ تاریخی حقیقت ہے کہ جب پورے فلسطین پر مسلمانوں کی مکمل حکومت تھی تب انھوں نے یہودیوں کو وہاں آباد ہونے سے کبھی نہیں روکا، نہ انھیں کوئی گزند پہنچائی، بلکہ ہمیشہ ان کے ساتھ رواداری وہمدردی سے پیش آئے۔

یہی وجہ ہے کہ ۱۹۲۲ء میں یہاں یہودیوں کی آبادی بڑھ کر ۱۱ رفیصد سے بھی تجاوز کر گئی، رفتہ رفتہ یہودیوں کی یہ آبادی بڑھتی رہی، یہاں تک کہ فلسطینی مسلمانوں کی کشادہ دلی کے سبب ۱۹۴۷ء میں یہ تعداد بڑھ کر ۳۲ رفیصد ہوگئی، یہاں یہودیوں کی آبادی اتنی جلد بڑھنے کی اصل وجہ پہلی عالمی جنگ کے بعد عیسائی ممالک میں یہودیوں کے خلاف بڑے پیمانے پر منافرت اور قتل وغارت کی گرم بازاری تھی، دراصل عیسائیوں کا یہ ماننا تھا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یہودیوں نے ہی سولی پر لٹکا دیا، بایں سبب انھوں نے یہودیوں کو عیسائیت کا سب سے بڑا دشمن سمجھ لیا اور انھیں ہر طرف ظلم وستم کا نشانہ بنایا جانے لگا، عیسائی سرعام انھیں مارنے، کاٹنے اور لوٹنے لگے، یہاں تک کہ انھیں اپنی جان کے بھی لالے پڑ گئے۔

یہ وہ وقت تھا جب اپنا وجود بچانے کے لئے دربدر بھٹکنے والے ان یہودیوں کو کسی بھی ملک نے پناہ نہ دی، لیکن فلسطینی مسلمانوں نے انھیں گلے سے لگایا اور اپنی زمین ان کے لئے کشادہ کردی، نتیجے کے طور پر یہودی یہاں بے خوف وخطر آ کر آباد ہونے لگے، اس وقت فلسطین کا پورا خطہ سلطنت عثمانیہ کے زیر حکومت تھا، پہلی جنگ عظیم کے بعد ۱۹۱۷ء میں برطانیہ نے اس پر اپنا تسلط قائم کرلیا اور یہودی انگریزوں سے مل کر اپنے خفیہ منصوبے پر کام کرنے لگے، یہیں سے فلسطینی مسلمانوں اور یہودیوں میں ٹکراؤ کا آغاز ہوا۔

دراصل یہودیوں نے اپنے خفیہ منصوبے کے تحت مسلمانوں کی بے خبری اور سادہ لوحی کا فائدہ اٹھاتے ہوئے اپنی افرادی قوت مجتمع کرلی، کئی عسکری گروہ بھی بنا ڈالے، جنھوں نے فلسطین میں اپنی الگ ریاست بنانے کے لئے آوازیں بلند کرنا شروع کر دیا اور برطانیہ نے اس ''آگ'' میں ''گھی'' ڈالنے کا کام کیا، یہ بھی ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ دوسری عالمی جنگ سے پہلے مغربی ممالک میں ۹۰ رلاکھ سے زائد یہودی آباد تھے، جن میں سے ٦۰ رلاکھ یہودیوں کو جرمن کے تاناشاہ ہٹلر نے نہایت ہی ظلم و بربریت کے ساتھ موت کے گھاٹ اتار دیا، باقی ماندہ ڈرے سہمے یہودی اپنی جان بچانے کے لئے دربدر بھٹک رہے تھے، اُس وقت وہ ممالک بھی یہودیوں کی تباہی و بربادی کا تماشہ دیکھ رہے تھے جو آج اُن کی حمایت کا دم بھر رہے ہیں، اُس برے وقت میں بھی اِن بے شرم اور احسان فراموش یہودیوں کو اِنھیں فلسطینیوں نے جائے پناہ دی تھی، جن کا خون یہ آج نہایت ہی بے دردی کے ساتھ بہا رہے ہیں۔

آج پوری دنیا دیکھ رہی ہے کہ جن ممالک نے یہودیوں کو تباہ و برباد کیا، انھیں مار کر اپنی زمین سے بھی کھدیڑ دیا اور جن ممالک نے انھیں تباہ و برباد ہونے دیا، وہ سارے کے سارے آج نہ صرف یہودیوں کے شر سے محفوظ و مامون ہیں بلکہ ان کے بہی خواہ اور خیر خواہ بھی بنے ہوئے ہیں اور جن مسلمانوں نے ان کی جان بچائی، انھیں اپنی زمین پر پناہ دی اور ان کے ساتھ اپنوں جیسا سلوک کیا، آج وہی نہ صرف ان کے ظلم و زیادتی کے شکار ہیں بلکہ ان کے دشمن بھی گردانے جا رہے ہیں، یہاں تک کہ یہ احسان فراموش انھیں کو بموں اور میزائلوں سے اڑا رہے ہیں اور ان کی زمین پر قبضہ جما رہے ہیں، ان پر یہ کہاوت صادق آتی ہے کہ سانپ کو لاکھ دودھ پلاؤ، وہ آپ کو ڈسنا نہیں چھوڑے گا، اس موقع پر مجھے ہٹلر کی بھی ایک بات یاد آرہی ہے، اس نے یہودیوں کی نسل کشی کے بعد کہا تھا ''میں نے کچھ یہودیوں کو زندہ اس لئے چھوڑ دیا تاکہ دنیا یہ جان سکے کہ میں نے انھیں کیوں مارا تھا۔''

غالباً ہٹلر نے ان کی اس بے وفا فطرت کو پہلے ہی بھانپ لیا تھا جبھی اس نے ان کے ساتھ ایسا عبرت ناک سلوک روا رکھا، خیر دوسری عالمی جنگ میں بھی یہودیوں نے انگریزوں کی خوب مدد کی، جس سے خوش ہو کر انگریزوں نے بطور انعام ''اسرائیل'' نام سے الگ ملک بنانے میں یہودیوں کی مدد کرنے کا وعدہ کیا، پھر ۱۹۴۷ء میں اقوام متحدہ کی دادا گیری میں ووٹنگ کے ذریعہ یہ فیصلہ کیا گیا کہ فلسطین کو دو حصوں میں بانٹ دیا جائے، جن میں سے ایک حصہ پناہ گزیں یہودیوں کو دے دیا جائے، جس کا نام ''اسرائیل'' ہوگا اور دوسرا حصہ فلسطین کے نام سے مسلمانوں کو! جبکہ یروشلم یعنی بیت المقدس کی حیثیت ایک بین الاقوامی شہر کی ہوگی، اس بٹوارے کو یہودیوں کو تو قبول کرنا ہی تھا، سو انھوں نے اسے قبول کرلیا تھا جبکہ عربوں نے اسے مسترد کر دیا۔

اس بٹوارے میں اقوام متحدہ نے جو تاریخی کارنامہ انجام دیا وہ یہ ہے کہ فلسطین کا ٥٦ رفیصد حصہ وہاں پناہ گزیں یہودیوں کی جھولی میں ڈال دیا، جبکہ مسلمانوں کو ان کی اپنی ہی زمین کا صرف ۴۴ رفیصد حصہ تھما کر ان پر ''احسان عظیم'' کا ڈھنڈورا پیٹا، اس طرح اقوام متحدہ نے یہودیوں کو انگریزوں سے وفاداری کا انعام دینے کے ساتھ ساتھ اپنے وجود کے ''مقصد اصلی'' کو بھی واضح کر دیا۔

فلسطین اسرائیل تنازع کے حل میں ناکامی کے بعد برطانیہ نے ۱۹۴۸ء میں فلسطین پر اپنا کنٹرول چھوڑ دیا جبکہ یہودیوں نے ''اسرائیل'' نامی ریاست کے قیام کا اعلان کر دیا، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ کئی عرب ممالک نے فلسطین کی حمایت کرتے ہوئے اس پر حملہ کر دیا، مہینوں شدت کی لڑائی چلی، اس دوران لاکھوں فلسطینیوں کو اپنے گھروں سے بے دخل ہونا پڑا، جب لڑائی تھمی تو اسرائیل نے فلسطین کے زیادہ تر علاقوں پر قبضہ کرلیا تھا، اُردن نے اس علاقے پر قبضہ کرلیا جو غرب اردن یا مغربی کنارے کے نام سے جانا جاتا ہے، جبکہ مصر نے غزہ پر قبضہ کرلیا، بیت المقدس کے مغربی حصے پر اسرائیلی افواج اور مشرقی علاقے پر اردن فوجیوں کا کنٹرول تھا کیونکہ وہاں کبھی بھی امن معاہدہ نہیں ہوا تھا، اس کے بعد کئی دہائیوں تک مزید جنگیں اور خونی جھڑپیں ہوئیں، مسلمان موت کے گھاٹ اتارے گئے، عورتیں بیوہ اور بچے یتیم کئے گئے، زخموں سے چور انسانی آہ و فغاں نے عام انصاف پسندوں کے بھی دل دہلا دیئے۔

اداریہ

۱۹۶۷ء میں ہونے والی جنگ میں اسرائیل نے مشرقی بیت المقدس اور غرب اردن کے ساتھ ساتھ شام میں گولان کی پہاڑیوں، غزہ اور مصری جزیرہ نما سینائی پر بھی قبضہ کرلیا اور فلسطینی غزہ اور غرب اردن کے ساتھ ساتھ پڑوسی ممالک اردن، شام اور لبنان میں پناہ گزیں ہونے پر مجبور ہوگئے، مختلف ممالک میں پناہ گزیں فلسطینی آج بھی اپنے وطن عزیز واپسی کی راہ دیکھ رہے ہیں لیکن اسرائیل اس راہ میں روڑا بنا ہوا ہے۔

انگریزوں اور اقوام متحدہ کے اختلاط سے پیدا ہونے والے اسرائیل نے ۱۹۴۸ء میں اقوام متحدہ کے ہی قراردادوں کی دھجیاں اڑاتے ہوئے فلسطین کے مزید کئی بڑے علاقوں پر قبضہ کرلیا اور اقوام متحدہ تماشائی بنا دیکھتا رہا، ارض فلسطین پر ناجائز قبضہ کا یہ سلسلہ یہودیوں نے مسلسل جاری رکھا، یہاں تک کہ جس فلسطین کی پوری زمین پر کبھی مسلمانوں کا قبضہ تھا، آج اس کا صرف ۱۲ رفیصد حصہ ہی ان کے پاس رہ گیا ہے، جبکہ باقی زمین پر اسرائیل نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے اور پورے بیت المقدس کو اپنا دارالحکومت قرار دیتا ہے، جبکہ اہل فلسطین مشرقی بیت المقدس کو فلسطینی ریاست کا دارالحکومت قرار دیتے ہیں۔

اب حالت یہ ہوگئی ہے کہ آج مسلمان فلسطین کی بچی کھچی زمین بچانے کے لئے لڑ رہے ہیں، مر رہے ہیں، کٹ رہے ہیں اور اسرائیل ان کی ایک ایک انچ زمین غصب کرنے پر تُلا ہوا ہے، جس کے لئے وہ سارے عالمی قانون اور انسانی حقوق بالائے طاق رکھ کر فلسطینیوں کو نیست و نابود کر دینا چاہتا ہے، عام مسلمانوں اور چھوٹے بچوں کی بے گور و کفن لاشیں اسرائیلی ظلم و بربریت سے لکھی درد و کرب کی داستان بیان کر رہی ہیں، مگر افسوس! مسلم دنیا کے کانوں پر جوں تک نہیں رینگی، وہ اب بھی خواب خرگوش اور محفل عیش و طرب میں مست ہیں، الٰہی بھیج یہاں پھر کوئی سلطان ایوبی! جو قوم مسلم پہ تنی جمود و تعطل کی چادر کو چاک کر کے اس کی رگوں میں شجاعت و بہادری کی روح پھونک دے، جو قوم مسلم کی عظمت رفتہ کی بازیابی کر سکے، جو اس کی غیرت و حمیت اسلامی کو زندہ کر سکے۔ ◆◆◆

اداریہ

ص ۵۱ رکا بقیہ............

عذاب میں سے نہیں ہیں۔ تو دوزخی پوچھیں گے یہ کون صاحب ہیں؟ ہم نے ان سے زیادہ حسین و جمیل کبھی کوئی بندہ نہیں دیکھا ہے۔ مالک (علیہ السلام) انکو بتائیں گے یہ جبرئیل ہیں انکو اللہ تعالیٰ کے حضور بڑی عزت و تکریم حاصل ہے۔ یہ وہی تو ہیں جو حضرت محمد (مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کے پاس اللہ کی وحی لیکر آتے جاتے تھے...

حضور کا نام سُن کر گنہگاروں کی چیخ کا نکلنا

...تو جب وہ لوگ حضور کا نام پاک (محمد) سنیں گے تو سب کی ایک دم چیخ نکل جائے گی اور (جبرئیل علیہ السلام) سے کہیں گے اے جبرئیل! آپ (ہمارے آقا) محمد (مصطفی ﷺ) سے ہمارا اسلام کہہ دیجئے اور خبر دیجئے کہ ہمارے گناہوں نے ہمارے درمیان اور حضور کے درمیان جدائی ڈالی ہے اور ہماری اس بدحالی کی بھی حضور کو اطلاع دیجئے...

........جاری ■◄

ص ۵۴ رکا بقیہ............

داڑھی میں شامل ہے، اس کو نہ کاٹیں اور رات ۱۲ بجے وہاں رونق اسٹیج ہوئے، وہاں بھی لوگوں کا سیلاب آیا ہوا تھا، حضرت نے لوگوں کو بیعت فرمایا اور ایک عمدہ خطاب فرمایا پھر غالباً ۱ بجے کے قریب رات ہی میں بیکانیر سے روانہ ہوئے اور صبح جے پور پہنچے وہاں جناب ابرار بھائی رضوی انصاری رکن جماعت رضائے مصطفی شاخ جے پور کے یہاں ناشتہ فرمایا حضرت کی صبح ۹ بجکر ۴۰ منٹ پر جے پور سے فلائٹ تھی اسی سے آپ ۱۱ بجے کے قریب بریلی شریف پہنچ گئے، بحمد تعالیٰ آپ کا دورہ راجستھان بہت کامیاب رہا، بحمد تعالیٰ والد گرامی قبلہ راجستھان کے اس دورے میں ہر جگہ ساتھ رہے اور آپ ہی کی کوششوں سے یہ دورہ منظور بھی ہوا۔

رپورٹ: حافظ محمد مصطفےٰ رضا امجدی
متعلم جامعہ امام احمد رضا، باسنی، ناگور

◆◆◆

از: محمد توصیف رضا قادری*

حسد کا وبال، اسباب اور علاج

حسد نفسانی امراض میں سے ایک مرض ہے اور ایسا غالب مرض ہے جس میں حاسد اپنی ہی جلائی ہوئی آگ میں جلتا ہے، حتیٰ کہ حسد کا مرض بعض اوقات اتنا بگڑ جاتا ہے کہ حاسد محسود کو قتل کرنے جیسے انتہائی اقدام سے بھی دریغ نہیں کرتا، چنانچہ حضرت سیّدنا آدم علیہ السلام کی تخلیق کے بعد سب سے پہلے حسد کرنے والا ابلیس ہے اور یہ حاسدین کا قائد ہے نیز حضرت آدم علیہ السلام کی اَولاد میں حسد کی آگ میں جلنے والا قابیل ہے جس نے اپنے بھائی ہابیل کو قتل کر دیا۔

اسباب

حسد کے کل سات اَسباب ہیں: (1) عداوت اور بغض ہے جس سے کسی کو اِیذا پہنچ جائے، پہلے تو وہ بدلہ لینے کی کوشش کرتا ہے اور مجبور ہو کر چاہتا ہے کہ اِس پر غیبی مار پڑے، اِس کی مصیبت سے خوش اور اس کے آرام سے ناخوش ہوتا ہے۔ (2) تکبر ہے کہ حاسد اپنی بڑائی کا خواہش مند ہے۔ (3) سرداری کی خواہش ہے کہ حاسد چاہتا ہے کہ سب میرے حاجت مند ہوں۔ (4) غضب ہے، حاسد دوسرے کو نعمت کا نااہل سمجھتا ہے، اِس لئے چاہتا ہے کہ اس کے پاس نہ رہے۔ (5) حاسد دوسروں کے کمال میں اپنا زوال سمجھے کہ اگر وہ کامیاب ہو گئے تو میں ناکام ہو جاؤں گا۔ (6) حاسد چاہتا ہے کہ میں اپنے کمال میں بے نظیر رہوں کہ میرے برابر کوئی دوسرا نہ نکلے اور (7) حاسد کی کم ظرفی اور کمینہ پن یہ ہے کہ اس سے کسی کا خوشحال ہونا دیکھا نہیں جاتا۔

حسد کے تین درجے ہیں: (1) حاسد دوسروں کی نعمت کا زوال چاہے کہ خواہ مجھے نہ ملے مگر اِس کے پاس سے بھی جاتی رہے، اِس قسم کا حسد مسلمانوں پر گناہ کبیرہ ہے اور کافر فاسق کے حق میں حسد کرنا جائز ہے، مثلاً کوئی مالدار اپنے مال سے کفر یا ظلم کر رہا ہے، اس کے مال کی اِس لئے بربادی چاہنا کہ دنیا اس کے کفر و ظلم سے بچے، جائز ہے۔ (2) حاسد دوسرے کی نعمت خود لینا چاہے کہ فلاں کا باغ یا اس کی جائیداد میرے پاس آجائے یا اُس کی ریاست کا میں مالک ہوں یہ حسد مسلمانوں کے حق میں حرام ہے۔ (3) حاسد اس نعمت کے حاصل کرنے سے خود تو عاجز ہے، اِس لئے آرزو کرتا ہے کہ دوسرے کے پاس بھی نہ رہے تاکہ وہ مجھ سے بڑھ نہ جائے یہ بھی منع بلکہ ناجائز و گناہ ہے۔

ایک غلط فہمی کا ازالہ

بعض اَوقات انسان اپنے فن، علم، حیثیت، عہدے، دین اور صلاحیتوں میں ممتاز ہوتا ہے، یگانۂ روزگار ہوتا ہے اور جب اُسے معلوم ہوتا ہے کہ کسی اور علاقے یا جگہ میں اس کی طرح کا ایک اور انسان موجود ہے تو اس کے دل میں حاسدانہ جذبات نمو پانے لگتے ہیں، یا اس کا دل تنگ ہونے لگتا ہے اور وہ اُس فرد کے مرجانے یا اس کی نعمت کے زائل ہو جانے کی تمنا کرنے لگتا ہے اور یہ جذبات حسد کا شاخسانہ ثابت ہوتے ہیں، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں:

> ”ایک عالم دوسرے عالم سے تو حسد کرتا ہے لیکن کسی عبادت گزار سے حسد نہیں کرتا، اسی طرح ایک عبادت گزار دوسرے عبادت گزار سے تو حسد کرتا ہے لیکن عالم سے حسد نہیں کرتا، وعظ کرنے والا جتنا کسی دوسرے وعظ کرنے والے سے حسد کرتا ہے اتنا کسی فقیہ یا حکیم سے حسد نہیں کرتا کیونکہ ان دونوں کے درمیان ایک مقصد پر جھگڑا ہوتا ہے تو ان حسدوں کی اصل وجہ اور دشمنی کی بنیاد کسی ایک غرض پر اکٹھا ہونا ہے اور ایک غرض پر وہ دو آدمی جمع نہیں ہوتے جو

* مضمون نگار الغزالی اکیڈمی اتر دیناجپور، مغربی بنگال سے متعلق ہیں۔

ایک دوسرے سے دور ہوں بلکہ ان کے درمیان کسی قسم کی مناسبت ضروری ہے، اسی لئے ان دو آدمیوں کے درمیان حسد ہوتا ہے۔'' (احیاء علوم الدین، کتاب، ج3 ص240)

حسد کے کئی علاج ہیں

[1] توبہ کیجئے کیوں کہ حسد نیکیوں کو کھا جاتی ہے، نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشادِ فرمایا: تم حسد کی بیماری سے بہت بچو حسد اِنسان کی نیکیوں کو اِس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔ (سنن ابوداؤد، رقم الحدیث 4903 / مرقاۃ ج9 ص242)

[2] جن نعمتوں پر حسد ہے ان پر اللہ تعالیٰ سے دعا کریں کہ وہ آپ کو بھی مل جائیں، حجۃ الاسلام امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: تم نہ تو زوالِ نعمت کی تمنا کرو، اور نہ ہی اس کے وجود کو ناپسند جانو، البتہ تمہارے دل میں یہ چاہت ہو کہ تمہیں بھی اس قسم کی نعمت ملے، اس حالت کو رشک کہتے ہیں۔ (اِحیاء العلوم للغزالی)

[3] محسود سے محبت کا اظہار کریں اور ہو سکے تو اُن سے جلدی مل کر دل سے خوشی کا اظہار کریں، حدیث شریف میں ہے: ایک دوسرے سے حسد نہ کرو، ایک دوسرے سے دشمنی نہ کرو اور اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ اور کسی مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے بھائی کو تین دن سے زیادہ چھوڑے رکھے۔ (صحیح البخاری، رقم الحدیث 6065)

[4] ممکن ہو تو محسود کے لئے کچھ تحفے تحائف کا بندوبست بھی کریں، حدیث شریف میں ہے: اُمُّ المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی للہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہدیہ کرو کہ اس سے حسد دور ہو جاتا ہے۔ (بہارِ شریعت، حصّہ 14 ص 65)

[5] اگر پھر بھی افاقہ نہ ہو تو محسود سے مل کر اپنی کیفیت کا کھل کر اظہار کر دیں اور اس سے اپنے حق میں دعا کے لئے کہیں، لیکن اس بات کا بھی خیال رکھیں کہ کہیں بات بگڑ نہ جائے، نیز دل ہی دل میں محسود (جس سے حسد کیا جائے) کے لئے سچی دعا کرتے رہیں کہ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے صدقے اس کو ان تمام امور میں مزید کامیابیاں عطا فرمائے۔

یہ پانچ ہدایات ہیں، اگر اس پر عمل کیا جائے تو یقیناً حسد جیسے مرض سے نجات مل سکتی ہے، اللہ تعالیٰ ہم سب کو حسد کے مرض سے محفوظ رکھے، آمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔ ◆◆◆

ص ۳۷ کا بقیہ...

گل رنگیں اور بلبل شیدا کا استعمال کیا ہے، جن میں مناسبت ہے تضاد نہیں۔

صنعت سوال وجواب

اس صنعت کو کہتے ہیں جس میں شعر کے اندر ہی سوال کیا جاتا ہے اور شعر کے اندر ہی جواب دیا جاتا ہے، اس کو مراجعہ بھی کہتے ہیں۔ (ملخص: تلخیص بحر الفصاحت، ص378)

جب آپ حدائق بخشش کا مطالعہ کریں گے تو محسوس ہوگا کہ کلام رضا کے متعدد اشعار میں صنعت مراجعہ نہایت ہی حسن و جمال اور جاہ جلال کے ساتھ جلوہ بار ہے۔ بطور مثال دو شعر ملاحظہ کیجیے:

کعبہ کا نام تک نہ لیا طیبہ ہی کہا
پوچھا تھا ہم سے جس نے کہ نہضت کدھر کی ہے؟

اس شعر کی تشریح کرتے ہوئے مولانا غلام حسن قادری رقمطراز ہیں:

''دوران سفر حج مجھ سے جب بھی کسی نے پوچھا کہ کدھر جانے کا ارادہ ہے؟، کہاں جا رہے ہو؟ تو میں نے کعبہ کا نام تو لیا ہی نہیں بلکہ یہی کہا کہ مدینے جا رہا ہوں۔''

(شرح حدائق بخشش، ص583)

اتنا عجب بلندی جنت پہ کس لیے؟
دیکھا نہیں کہ بھیک یہ کس اونچے گھر کی ہے

اس شعر کی تشریح میں شارح حدائق بخشش مولانا غلام حسن قادری صاحب لکھتے ہیں:

''بعض گدایان بارگاہ اگر تعجب کریں کہ ہم جیسے پست و بے مقدار اور اتنی بلند عطا؟، تو جواب بتایا ہے کہ یہ تمہارے استحقاق ولیاقت کی بنا پر نہیں بلکہ دینے والے کی رحمت و عطا ہے۔'' (شرح حدائق بخشش، ص620)

.........جاری

اسلامیات

از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*

کجا ماند مسلمانی؟

احوال قوم و ملت

۱۷ رستمبر کو وزیر اعظم نریندر مودی کا جنم دن تھا، حسب روایت سیاست، تجارت اور سینما سے وابستہ لوگوں نے وزیر اعظم کو مبارک بادی اور نیک خواہشات کا اظہار کیا، اس موقع پر یوپی کے ایک مدرسے میں وزیر اعظم کا جنم دن منایا گیا، لڈوؤں کے درمیان وزیر اعظم کی تصویر رکھ کر لمبی عمر کی دعا بھی کی گئی، اس سے قبل جون 2023 میں ایک نسواں مدرسے میں یوپی کے وزیر اعلیٰ یوگی آدتیہ ناتھ کا جنم دن بھی منایا گیا تھا اور اسی طرح تصویر رکھ وزیر اعلیٰ کی درازی عمر کی دعائیں کی گئی تھیں۔

ان حرکات کو دیکھ کر یقین ہو چلا ہے کہ آنے والا وقت مدارس اسلامیہ کے لیے مزید آزمائشوں بھرا ہوگا، کیوں کہ دس سال پہلے تک جن کاموں کا تصور تک محال تھا، آج وہ کام ہمارے مدارس میں اپنے پنجے پوری طرح سے گاڑ چکے ہیں، حکومت کو ناراض نہ کرنے کا یہ رجحان اسی طرح بڑھتا رہا تو وہ دن دور نہیں جب مدارس کی اسلامی شناخت چاہِ زمزم کی طرح نگاہوں سے یوں اوجھل ہو جائے گی کہ اس کی بازیابی کے لیے پھر کسی "عبد المطلب" ہی کا انتظار کرنا پڑے گا۔

حفاظت سے پامالی تک

سن 1980ء میں دیوبندی مکتب فکر کے سب سے بڑے ادارے دارالعلوم دیوبند کا جشن صدسالہ منایا گیا، مہمان خصوصی مسز اندرا گاندھی کو بنایا گیا جو اس وقت وزیر اعظم ہند ہوا کرتی تھیں، آزاد بھارت کی تاریخ میں غالباً یہ پہلا موقع تھا جب کسی اسلامی مدرسے میں ہندو لیڈر بلانے کی بدعت شروع کی گئی، حالانکہ اس سے قبل مولانا آزاد جیسے کانگریسی لیڈر جامع مسجد دہلی میں پنڈت شردھانند جیسے متعصب ہندو لیڈر کا بھاشن کرا چکے تھے، لیکن زمانے کی اتھل پتھل میں یہ واقعہ نئی نسل کے ذہنوں سے اوجھل ہو گیا تھا مگر جماعت دیوبند کے ارباب حل وعقد نے مسز اندرا گاندھی کو جشن صدسالہ کی زینت بنا کر آزاد صاحب کی بدعت قبیحہ کے احیا کا مذموم فریضہ انجام دیا۔

اس ایک طرز عمل نے دین کے نام پر دنیا کمانے والوں کے لیے ایک نظیر قائم کر دی، بعد کے زمانے میں آہستہ آہستہ شرم وحیا اور ملی غیرت کی دیواریں گرتی رہیں اور آج نوبت یہاں تک آن پہنچی ہے کہ جن مدارس میں کبھی قال اللہ وقال الرسول کی صدائیں گونجتی تھیں، وہاں آج باضابطہ "فتوی جواز" کے ساتھ جے ہو کے جے کارے بلند کیے جا رہے ہیں۔

ابھی تک ان امور میں دیگر مکاتب فکر ہی کی شمولیت نظر آتی تھی، اہل سنت و جماعت کا دامن ان برائیوں سے تقریباً پاک تھا مگر اب یہ بیماری اہل سنت میں بھی بہت تیزی کے ساتھ پھیلتی جا رہی ہے، حکومت کو خوش رکھنے کا جو رجحان پیدا ہوا ہے، اس کے نتیجے میں مندرجہ ذیل معاملات سامنے آئے ہیں:

- مشرقی یوپی کے ایک قدیم ادارے میں گاندھی جینتی کے موقع پر گاندھی جی کی تصویر پر پھول مالائیں چڑھا کر خراج عقیدت پیش کیا گیا۔
- مغربی یوپی کے ایک نسواں ادارے میں برقع پوش طالبات کے درمیان یوگی آدتیہ ناتھ کی تصویر رکھ کر جنم دن منایا گیا، درازی عمر کی دعائیں ہوئیں اور مٹھائی بھی تقسیم کی گئی۔
- امسال ''یوگا ڈے'' کے موقع پر مغربی یوپی کے ایک مرکزی ادارے میں سوریہ نمسکار سمیت یوگا کا بڑے پیمانے پر اہتمام کیا گیا جس پر خاصا تنازع بھی ہوا۔
- مشرقی یوپی کے ایک مشہور ادارے میں بھی نہایت اہتمام کے ساتھ یوگا ڈے منایا گیا، یہاں اساتذہ کے ساتھ

*مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

حکومت کے کئی ذمہ داران نے بھی شرکت کی۔

مذکورہ حادثات کا تعلق اہل سنت و جماعت کے مدارس ہی سے ہے، اس لیے اب خوشنودی حکام کے لیے کسی بھی حد تک جانے کا الزام کسی ایک مکتب فکر پر نہیں لگایا جا سکتا کہ اس وقت حمام میں سبھی ایک جیسے نظر آرہے ہیں، ان حادثات نے جماعتی ساکھ کو بری طرح متأثر کیا، تسلی اس بات کی رہی کہ جماعت کے سنجیدہ اور باشعور طبقے نے مذکورہ امور سے سخت بیزاری ظاہر کی اور ملوثین کے رویوں پر تنقید بھی کی، جماعتی دباؤ کہیں کہ اعتراف حقیقت، کہ بعض افراد نے تنقید و اعتراض کے بعد رجوع کر لیا تو بعض افراد نے رجوع کی بجائے اپنے عمل کی تاویل اور مذکورہ امور کو درست ٹھہرانے کو ترجیح دی۔

دیوار کہاں گری؟

حکومت کے غیر شرعی اقدامات کی مخالفت جماعت اہل سنت کی روشن تاریخ کا حصہ ہے، نس بندی کے خلاف فتویٰ دینا ہو کہ انہدام بابری مسجد کے مجرم نرسمہا راؤ کی مخالفت یا بابری مسجد کا سودا کرنے نکلے شری شری روی شنکر کو اوقات بتانا، جماعت اہل سنت نے کبھی داب نہیں کھایا اور حکم شرع ببانگ دہل بیان کیا، لیکن سن 2017ء میں دہلی میں ہوئی ایک بڑی کانفرنس میں جماعت کے اس کردار پر کراری ضرب پڑی، جب تازہ تازہ وزیر اعظم بنے نریندر مودی کو مہمان خصوصی بنایا گیا اور اس شعر کے ساتھ استقبالیہ دیا گیا:ے

صبا تمہارے لیے مشکبار آئی ہے
تمہارے قدموں پہ ہونے نثار آئی ہے
خدا کرے کہ تمہیں عمر خضر مل جائے
تمہارے دم سے چمن میں بہار آئی ہے

وزیر اعظم کی آمد پر "بھارت ماتا کی جے" کے نعرے بھی لگے، جس میں برادران وطن کے ساتھ ساتھ کارکنان کانفرنس بھی شامل تھے، بعد میں بھلے ہی اس نعرے پر صفائی بھی دی گئی مگر وہ دامن جھاڑنے کی کوشش محض ہی تھی، آج تک بھی ذمہ داران اس نعرے پر اپنا اسٹینڈ کلیئر نہیں کر پائے ہیں، سال 2017ء میں یوپی میں بی جے پی نے واضح اکثریت کے ساتھ حکومت بنائی، سخت گیر نظریات کے حامل یوگی آدتیہ ناتھ کو وزیر اعلیٰ مقرر کیا گیا، اپنے نظریات کے مطابق یوگی حکومت نے حکومتی مدارس میں قومی ترانہ "جَن گن مَن" پڑھنے کا فرمان جاری کیا۔

بریلی شریف سے جانشین تاج الشریعہ حضرت مولانا عسجد رضا قادری صاحب نے اس حکم نامہ کی شدت سے مخالفت کی اور اہل مدارس سے اپیل کی کہ وہ اس فرمان کو قطعاً قبول نہ کریں، کاش! اگر اس وقت لغت/عرف/حالات/مصلحت کی بھول بھلیوں اور تکنیکی داؤں پیچ کا سہارا لے کر جواز کا پہلو نہ نکالا گیا ہوتا تو آج اہل مدارس موجودہ آزمائشوں سے محفوظ ہوتے، اُس وقت بعض ذمہ داران مدارس کو یہ دھڑکا لگا تھا کہ اگر حکومتی فرمان نہ مانا گیا تو مدارس بند ہو سکتے ہیں، ان کے اس خدشے کو سن کر تاج الشریعہ حضرت علامہ مفتی اختر رضا خاں قادری نوری ازہری بریلوی علیہ الرحمہ نے بڑا مومنانہ جواب دیا تھا:

"جو مدارس شریعت کی حفاظت نہ کر سکیں ان کا بند ہو جانا ہی اچھا ہے۔"

حالانکہ مذکورہ عذر یا تو ذمہ داران کی لاعلمی کا نتیجہ تھا یا بلا وجہ کا خوف! کیوں کہ سپریم کورٹ نے Bijoe Emmanuel VS state of kerala 1986 میں قومی ترانہ نہ پڑھنے سے متعلق ایک تاریخی فیصلہ سنایا تھا جس کے مطابق؛

"قانون کی کسی شق کے مطابق کسی کو قومی ترانہ پڑھنے کے لیے مجبور نہیں کیا جا سکتا۔"

"قومی ترانہ نہ پڑھنا ہرگز توہین نہیں ہے۔"

"کسی بھی شہری کے لیے قومی ترانہ پڑھنا لازم نہیں ہے۔"

یہ فیصلہ کیرل کی بجوئے فیملی کے ان تین عیسائی بچوں کی درخواست پر آیا تھا، جنہوں نے اپنے مذہبی عقیدے کی بنیاد پر قومی ترانہ پڑھنے سے انکار کر دیا تھا جس کی پاداش میں اسکول نے ان کا خارجہ کر دیا، نتیجتاً مقدمہ سپریم کورٹ پہنچا اور مذکورہ عیسائی فیملی کو جیت حاصل ہوئی اور انہیں واپس اسکول میں داخلہ دیا گیا، یہ فیصلہ اہل مدارس کے لیے بہترین ڈھال تھا اور

احوال قوم و ملت

وہ آسانی کے ساتھ اپنا دفاع کر سکتے تھے لیکن حکومت کو ناراض نہ کرنے کا جذبہ کہیں یا ہر چیز میں ہاں کہنے کا مزاج کہ جس فرمان کو قانونی طور پر بھی رد کرنے کا آپشن موجود تھا، اسے کھینچ تان کر جائز بنالیا گیا۔

اس طرح بھری جماعت میں علامہ عسجد رضا قادری تقریباً تنہا رہ گیے اور جماعت کے بڑے بڑے ناموں نے فتویٰ جواز دے کر safezone اختیار کیا، انہیں لگا کہ عافیت اسی میں ہے مگر یہ چند لمحاتی عافیت تھی، حقیقتاً خود کو ان کے جال میں پھنسانا تھا؛

مچھلی نے ڈھیل پائی تھی لقمے پہ شاد تھی
صیاد شاد ماں تھا کہ کانٹا نگل گئی

''نہ'' کہنا بھی سیکھنا ہوگا

گزشتہ چند سالوں سے ایک ٹرینڈ دیکھنے میں آرہا ہے کہ حکومت جو فیصلہ لیتی ہے، ہمارے یہاں بلا چون وچرا تسلیم کر لیا جاتا ہے، اسی سے شہ پا کر حکومت لگاتار غیر شرعی فیصلے تھوپتی جا رہی ہے، کاش! ہم نے ''نہ'' کہنا بھی سیکھا ہوتا تو حکومت مَن مانے قوانین تھوپنے میں اتنی دلیر نہ ہوتی، حال ہی میں کناڈا میں خالصتانی لیڈر ہر دیپ سنگھ نجّر کو نامعلوم افراد نے قتل کر دیا، کنیڈین وزیر اعظم نے اس کا الزام بھارتی خفیہ ایجنسی پر لگایا، جس سے ناراض ہو کر حکومت ہند نے کناڈا کے ویزے پر پابندی لگاتے ہوئے ان کے ایک سینئر افسر کو ملک سے نکال دیا، اتنے حساس مسئلے پر سِکھوں کی سب سے بڑی کمیٹی شرومنی گرودوارا پربندھن کمیٹی (SPGC) نے ایک ریزولیوشن پاس کرتے ہوئے کہا:

"کسی بھی ملک کی پارلیمنٹ میں وزیر اعظم کا بیان معمولی نہیں ہوتا، بل کہ متعلقہ ملک کے قوانین کے دائرے میں اسے ثبوتوں پر مشتمل مانا جاتا ہے، اس لیے دونوں ممالک کو اس کی سچائی منظر عام پر لانا چاہیے، اگر اس معاملے کو سیاسی وجوہات کی بنا پر دبا دیا گیا تو یہ حقوق انسانی کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔"

اس ریزولیوشن کے ایک ایک لفظ پر غور کریں اور پھر بتائیں کہ ایسی نازک صورت حال میں مسلم قیادت سے اپنے ہم مذہب کے لیے اتنا دلیرانہ اور معقول مطالبہ کرنے کے بارے میں سوچا جا سکتا ہے؟ سِکھ قوم اگر شدت پسندوں کی جارحیت سے محفوظ ہے تو اس کی بنیادی وجہ مذہبی غیرت اور خودداری کو بنائے رکھنا ہے، جس کی بنیاد پر وہ ایک آبرومندانہ زندگی جی رہے ہیں، جب کہ ہمارے یہاں حکومت کے ایک اشارے پر بڑے بڑے لوگ ''آمنا صدقنا'' کہنے کے لیے تیار بیٹھے ہیں۔

حکومت کیسا ہی خلاف شرع قانون بنا دے، مفتیان کرام دفتر جواز کھولے تیار ملتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ ہر گزرتے دن مسلم قوم کی مذہبی شناخت کو ختم کر کے تہذیبی ارتداد کی راہیں کھولی جارہی ہیں اور ہم لوگ "یسروا ولا تعسروا" کا مژدہ سنانے میں مصروف ہیں۔

یاد رکھیں! عزت صرف ''ہاں'' کہنے سے نہیں ملتی، عزت پانے کے لیے کبھی ''نہ'' کہنے کا حوصلہ بھی ہونا چاہیے، اگر اہل مدارس نے یہی رویہ بنائے رکھا تو وہ دن دور نہیں جب مدارس میں رام اور کرشن کی عظمتوں پر سیمینار ہوں گے اور رام لیلا و کرشن کتھاؤں کے مناظر نظر آئیں گے۔

◆◆◆

ص ۱۹ / کا بقیہ..

کو ابلیس کہنے پر اتنے مصر اور بضد کیوں ہیں؟ تو اس حقیقت کا انکشاف ہوا کہ واقعی دیوبندی وہابی ابلیس شیطان ہی ہیں، جیسا کہ آپ نے ملاحظہ فرمایا، اسی لیے خطیب مشرق علامہ مشتاق نظامی علیہ الرحمہ فرمایا کرتے تھے کہ خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے۔ ◆◆◆

قارئین کرام توجہ فرمائیں

ادارہ ہر ماہ پابندی کے ساتھ آپ کو رسالہ بھیجتا ہے مگر ڈاک کی لاپرواہی کی وجہ سے کچھ لوگوں کو رسالہ نہیں پہنچ پاتا، ایسے ممبران سے التماس ہے کہ ہمیں فون کر کے مطلع فرمائیں تا کہ محکمۂ ڈاک میں شکایت کر کے رسالہ پہنچایا جا سکے۔

از: مولانا محمد عامر حسین مصباحی*

شادی بیاہ کے بڑھتے اخراجات وخرافات اور اُن کا حل

احوال قوم وملت

نسلوں کی حفاظت وصیانت کے لیے اللہ رب العزت نے ہر جاندار خواہ انسان ہو یا جانور اس کے اندر شہوت ودیعت کی ہے کیوں کہ اسی سے نسلوں کی بقا اور اس کا دوام ہے، بقائے نسل کے ساتھ ساتھ خواہشات نفسانی کی تکمیل بھی انتہائی ضروری ہے، یہی وجہ ہے کہ انسانوں کے اندر شادی بیاہ کے اصول و ضوابط کو پسندیدگی اور قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے اور دنیا کے بیش تر ادیان ومذاہب اس پر عمل پیرا ہیں اور اس کے خلاف کام کرنے والے کو حقارت کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور مناسب انداز میں تادیبی کارروائی بھی کی جاتی ہے۔

مذہب اسلام میں شہوت کی تکمیل اور حصولِ اولاد کے لیے ایک جامع اور مکمل نظام موجود ہے، جس میں اعتدال اور حدودِ شرع کی پاس داری کے ساتھ کم خرچ میں انتہائی سادگی کے ساتھ رسمِ نکاح ادا کرنے کی ترغیب دی گئی ہے، نکاح جتنا آسان ہوگا معاشرہ اتنا ہی بے حیائیوں اور فحاشیوں سے پاک وصاف ہوگا اور اہم ترین بات یہ ہے کہ نکاح حضرت سیّدنا آدم علیٰ نبیّنا علیہ الصلوٰۃ والسلام سے شروع ہونے والی عظیم عبادت، نسل انسانی کے وجود میں آنے اور باقی رہنے کا ذریعہ اور صالحین وعابدین علیہ رحمۃ اللہ المبین کی پیدائش کا سبب ہے۔

نکاح اگر شریعت کے مطابق کیا جائے تو شرم وحیا کے حصول کے ساتھ ساتھ فراخ دستی اور خوشحالی کا سبب بھی ہے کہ حدیث پاک میں ہے:

''اِلْتَمِسُوا الرِّزْقَ بِالنِّکَاحِ- یعنی نکاح (شادی) کے ذریعے رزق تلاش کرو۔'' (جامع صغیر،ص98/حدیث 1567)

حضرت علامہ عبدالرؤف مناوی علیہ رحمۃ اللہ الہادِی اس کی شرح میں فرماتے ہیں:

''جب شادی کی نیت اچھی ہو تو یہ نکاح برکت اور رزق میں وُسعَت کا سبب بنتا ہے۔''

(فیض القدیر، ج2/ص198/تحت الحدیث 1567)

یقیناً ہمارے پیارے آقا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے اُس نکاح کو برکت والا قرار دیا جس میں فریقین کا خرچ کم ہو، چنانچہ نبیِ اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: بڑی برکت والا وہ نکاح ہے جس میں بوجھ کم ہو۔

(مسند احمد، ج9/ص365/حدیث 24583)

حکیم الاُمّت مفتی احمد یار خان علیہ رحمۃ المنّان اس حدیث کے تحت لکھتے ہیں: یعنی جس نکاح میں فریقین کا خرچ کم کرایا جائے، مہر بھی معمولی ہو، جہیز بھاری نہ ہو، کوئی جانب مقروض نہ ہوجائے، کسی طرف سے شرط سخت نہ ہو، اللہ (عَزَّ وَجَلَّ) کے توکل پر لڑکی دی جائے، وہ نکاح بڑا ہی بابرکت ہے، ایسی شادی خانہ آبادی ہے، آج ہم حرام رسموں، بے ہودہ رواجوں کی وجہ سے شادی کو خانہ بربادی بلکہ خانہا (یعنی بہت سارے گھروں کے لئے باعث) بربادی بنا لیتے ہیں، اللہ تعالیٰ اس حدیثِ پاک پر عمل کی توفیق دے۔ (مرآۃ المناجیح، ج5/ص11)

مگر افسوس کہ غیر اقوام کے ساتھ رہن سہن اور سماجی رابطوں نے مسلمانوں کی اسلامی ثقافت اور کلچر کو بھی بدل کر رکھ دیا جس کا نتیجہ یہ ہوا ہے کہ لفظ شادی سے فضول خرچی، اسراف اور بُرے رسم ورواج کا ایک خاکہ ذہن میں ابھر کر آتا ہے، کچھ بُری اور بیہودہ رسموں کا تذکرہ مناسب سمجھتا ہوں:

لڑکی والوں سے موٹی رقم کا مطالبہ

مہنگائی اور معاشی تنگی سے پریشان باپ جب اپنی لڑکی کے لیے مناسب لڑکا تلاش کرنے کی ابتدا کرتا ہے تو اُس کا

* مضمون نگار جامعہ ضیائیہ فیض الرضا دری، سیتامڑھی، بہار کے استاذ ہیں۔

سامنا نکمے، نالائق اور ایسے بے روزگار بیٹوں کے باپ سے ہوتا ہے جو اپنے اس بے قیمت لعل (لال) کا بھی اچھا خاصہ دام مقرر کر چکے ہوتے ہیں اور کسی صورت مفت میں ملنے والے تین چار لاکھ روپے سے کم میں ماننے کو تیار نہیں ہوتے اور اگر لڑکی کے باپ نے مناسب، تعلیم یافتہ اور معاشی طور پر خوشحال لڑکا پسند کر لیا تو اُس وقت تک رشتہ جُڑنے کی کوئی صورت نظر نہیں آتی جب تک کہ منہ مانگی رقم نہ دینی پڑے، یہ وہ رقم ہے جو بغیر عوض لڑکی کے باپ کو ادا کرنی پڑتی ہے، آخر یہ ظلم نہیں تو اور کیا ہے؟ حالانکہ دعویٰ تو سنت نکاح کی ادائیگی کا ہوتا ہے مگر دُور دُور تک سنت پر عمل کا کوئی نام ونشان نہیں پایا جاتا۔

ہمارے پیارے آقائے کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے رشتۂ نکاح میں کس چیز پر توجہ دلائی، وہ اس اس حدیث مبارکہ سے ظاہر ہے، فرمانِ مصطفیٰ ﷺ ہے :

’’عورت سے نکاح چار باتوں کی وجہ سے کیا جاتا ہے: مال، حسب نسب، حسن وجمال اور دِین! مگر تم دِین والی کو ترجیح دو۔‘‘ (بخاری، ج3/ص429/حدیث5090)

جہیز کی غیر شرعی مانگ

دین داری اور خوش خلقی پر ظاہری اور مادّی چیزوں کو فوقیت دینے والوں کو یاد رکھنا چاہیئے کہ نبیِ کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :

’’جس نے کسی عورت سے اُس کی عزّت کی وجہ سے نکاح کیا تو اللہ تعالیٰ اس کی ذِلّت کو بڑھائے گا، جس نے عورت کے مال ودولت (کے لالچ) کی وجہ سے نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اُس کی غربت میں اضافہ کرے گا، جس نے عورت کے حسب نسب (یعنی خاندانی بڑائی) کی بنا پر نکاح کیا، اللہ تعالیٰ اس کی کمینگی کو بڑھائے گا اور جس نے صرف اور صرف اس لیے نکاح کیا کہ اپنی نظر کی حفاظت کرے، اپنی شرم گاہ کو محفوظ رکھے، یا صِلَۂ رحمی کرے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے عورت میں برکت دے گا اور عورت کے لئے مرد میں برکت دے گا۔‘‘ (معجم اوسط، ج2/ص18/حدیث2342)

جہیز کی حقیقت صرف اتنی ہے کہ لڑکی کا باپ اپنی استطاعت خوشی اور بطور صِلۂ رحمی بغیر کسی مطالبہ کے اپنی بیٹی اور داماد کو اُن کی نئی زندگی کی شروعات کے موقع پر ضرورت کے سامان مثلاً کچھ کپڑے، برتن، پلنگ، بستر، میز اور کرسی وغیرہ دے کر اُن کی مدد کریں تو جائز ہے بلکہ کارِ ثواب میں شامل ہے کیوں اس میں ایک مومن کی مدد، دلجوئی، حسنِ سلوک اور تحفہ پیش کرنا ہے، ان چیزوں کا دینا نہ واجب ہے اور نہ فرض مگر اس کو لڑکا یا اس کے گھر والے اگر اپنا پیدائشی حق سمجھ لیں اور جبری تقاضہ کرنے لگ جائیں کہ گاڑی، فریج، واشنگ مشین، گودریج الماری اور ان کے علاوہ دیگر اشیا کی لمبی چوڑی فہرست پکڑا کر کہیں کہ یہ تمام سامان دینا ہوگا ورنہ ہم رشتہ نہیں کریں گے یہ ایک غیر شرعی قابلِ مذمت مطالبہ ہے جسے اللہ عزوجل پسند نہیں فرماتا۔

شوہر کی ذمہ داری

نان ونفقہ وسکنیٰ یعنی رہنے سہنے کھانے، پینے اور پہننے کا انتظام وانصرام کرنا علیٰ قدرِ استطاعت شوہر کی ذمہ داری ہے، صدر الشریعہ حضرت مفتی امجد علی اعظمی علیہ الرحمہ نے بہار شریعت جلد 2/ میں کچھ اس طرح ارشاد فرمایا کہ ’’اگر یہ اندیشہ ہے کہ نکاح کرے گا تو نان نفقہ نہ دے سکے گا یا جو ضروری باتیں ہیں ان کو پورا نہ کر سکے گا تو ’’مکروہ‘‘ ہے اور ان باتوں کا ’’یقین‘‘ ہو تو نکاح کرنا ’’حرام‘‘ مگر نکاح بہر حال ہو جائے گا۔

پتہ چلا کہ زوجہ کے حقوق نہ ادا کرنے کی صورت میں نکاح سے منع کیا گیا ہے اور ایسی صورت میں قطع شہوت کے لیے ’’روزہ‘‘ رکھنے کا حکم دیا گیا ہے، مگر معمول یہ بنتا جا رہا ہے کہ شوہر کو فکر کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ سسرال والے تو سب سنبھال ہی لیں گے، یہ غلط روش ہے جس کی وجہ سے ایک غریب باپ اپنی بیٹیوں کے مستقبل کا سوچ کر تنہائی میں آنسو بہاتا نظر آتا ہے بلکہ آج بہت سی صاحبِ ثروت، تعلیم یافتہ، خوب صورت اور بااخلاق لڑکیوں کے باپ کو بھی بیٹیوں کے مستقبل کی فکر دامن گیر رہتی ہے، کہیں نہ کہیں اس کے ذمہ دار لڑکی والے بھی ہوتے ہیں، اپنے نام ونمود اور سماج میں اپنی عزت وشان اور ناک اونچی

کرنے کے لیے بیجا تکلفات کا اہتمام کرتے ہیں اور بے تحاشا قرض میں بھی مبتلا ہو جانے کی پرواہ نہیں کرتے۔

باراتیوں کی تعداد

شادی کے موقع پر لڑکے والوں کی جانب سے باراتیوں کی تعداد بھی قابلِ غور ہے، دو، تین سو کی تعداد میں باراتیوں کو لے جانا، طرح طرح کے پکوان اور ڈشوں کی فرمائش کرنا، لڑکی کے باپ پر یہ بھی ایک بڑا بوجھ لڑکے والوں کی جانب سے ہوتا ہے اور پھر تھوڑی سی کمی بیشی ہونے پر برسرِ محفل عزت اتاری جاتی ہے، خدارا! غور کریں کیا اس طرح کی غیر اخلاقی بلکہ غیر انسانی باتیں بھی ایک مومن کے شایانِ شان ہیں؟

دیگر اخراجات

شادی میں ہونے والی دیگر فضول رسمیں جیسے منگنی، ابٹن، مہندی اور ہلدی وغیرہ میں بہت سارے غیر شرعی اُمور انجام دیئے جاتے ہیں، ساتھ ہی ناچ گانے باجے اور پٹاخوں پر پانی کی طرح پیسہ لٹایا جاتا ہے، اس میں بہت سارے کام غیر شرعی ہیں کچھ کاموں کی اجازت بھی ہے جیسے ابٹن لگانا یا لڑکی کو مہندی لگانا، منگنی کرنا تو اس میں بھی شرعی احکام کا حد درجہ خیال رکھنا ضروری ہے ورنہ سب کا حکم ایک جیسا ہی ہوگا، مسلمانوں کو خود ہی غور کرنا چاہیے کہ ان غیر شرعی امور کی وجہ سے نکاح کی ایک عظیم سنت کتنے اخراجات اور بے جا خرافات و رسومات کا مجموعہ بن جاتی ہے، ساتھ ہی ایک ناپائیدار زندگی کی بنیاد اور آپس میں بدخلقی، نااتفاقی کا سبب بھی!

خرافات کا حل

مذکورہ فضول رسم و رواج نے شادی کو مشکل ترین بنا دیا ہے، آج مسلم لڑکیاں غیر مسلم لڑکوں کے ساتھ بھاگ کر شادی رچالیتی ہیں اور نتیجتاً اپنی جان و ایمان کو گنوا بیٹھتی ہیں، اس کا ایک بڑا سبب شادی کی مشکلات بھی ہیں، اس لیے خدارا! شادی کو آسان بنائیں، سنت کے مطابق اس کو انجام دیں، کم باراتیوں کے ساتھ دلہن کے گھر جائیں، میزبان کی طرف سے کی گئی ضیافت کی قدر کریں، ان کی دلجوئی کریں، بے جا مطالبات کا بوجھ ان پر نہ ڈالیں، بھوج بھنڈارے کے نام پر نمائشی کام نہ کریں، بلکہ حسب استطاعت ولیمہ کی سنت ادا کریں، لڑکی والے ہوں تو بہت زیادہ مہر کا مطالبہ نہ کریں، مہر اتنا ہو کہ لڑکا با آسانی اسے ادا کر سکے، اللہ رب العزت ہمیں عمل کی توفیق بخشے، آمین۔

ہمیں کرنی ہے شہنشاہِ بطحا کی رضا جوئی
وہ اپنے ہوگئے تو رحمتِ پروردگار اپنی

◆◆◆

ص ۲۷ / کا بقیہ.........

آواز دے رہی ہے: ؎

ایک بار اور بھی بطحا سے فلسطین میں آ
راستہ دیکھتی ہے مسجد اقصیٰ تیرا

◆◆◆

ص ۳۲ / کا بقیہ.........

دامن تار تار کیا جا رہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا جا رہا ہے، غرض کہ انسانی حقوق کی سرعام پامالی کی جا رہی ہے؟

آخر کب تک یہ ظلم ہوگا کبھی تو ربِّ قدیر فلسطینیوں کو مکمل آزادی عطا کرے گا، ہم اور آپ کو چاہیے کہ بیت المقدس کی حفاظت کی دعا کریں اور ان یہودیوں کے مکر و فریب اور اُن کی چالبازیوں سے بچنے کی پوری کوشش کریں، اُن تمام رسموں اور رواجوں کو چھوڑیں جن کی ابتدا یہود و نصاریٰ نے کی، اُن تمام چیزوں کے استعمال سے بچیں جو یہودیوں کی بنائی ہوئی ہوں اور ربِّ قدیر سے ایمان پر خاتمے کے دعا کرتے رہیں، اللہ تبارک وتعالیٰ ہم سب کو شیطانی مکر و فریب سے محفوظ رکھے اور ایمان پر خاتمہ عطا فرمائے، آمین یارب العالمین بجاہ سید المرسلین ﷺ۔

◆◆◆

(از: مفتی ارشد نعیمی قادری لکرالوی *

بلاد اسلامیہ میں کا محافل میلاد و جلوس کا انعقاد

اور اس کی شرعی حیثیت

نقطۂ نظر

ہمارے نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم روح ایمان ہیں، آپ کی ذات اقدس سے رشتہ محبت استوار کیے بغیر نہ تو لذت ایمان مل سکتی ہے اور نہ اللہ لم یزل سے تعلق عبودیت قائم رہ سکتا ہے، آپ کی الفت و محبت کے چراغ فروزاں کیے بغیر جادہ مستقیم پر گامزن نہیں ہوا جا سکتا، یہ ایک المیہ ہے کہ جہال و ضال لوگ ظاہر بینی سے کام لیتے ہوئے دین کی اصل روح اور کارفرما حکمت کو نظر انداز کر دیتے ہیں، کچھ ظاہر پرست علما محافل میلاد جلوس میلاد جشن میلاد صلی اللہ علیہ وسلم کو تنقید کا نشانہ بناتے ہوئے صرف اس لئے اسے ناجائز وحرام بولتے لکھتے ہیں کہ اس قسم کی تقاریب اوائل ادوار اسلام میں منعقد نہیں ہوئیں، یہ ان جہال کی اعلیٰ قسم کی جہالت اور نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم سے قدیم تخالف ہے۔

حالانکہ علمائے جماہیر مفتیان مشاہیر کا اس بات پر اطباق و اتفاق کہ سرور عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پاک اوصاف پاک خصائل پاک کو جس جائز شکل میں بیان کیا جائے بلاشبہ جائز و درست اور لاتعداد خیر کا باعث ہے، چاہے وہ میلاد کی شکل میں ہو یا نعت و ذکر کی شکل میں یا پھر جشن چراغاں کی شکل میں یا جلسہ و جلوس کی شکل میں ہر طرح موجب رحمت باعث خیر و برکت ہے، جہال زمان جہاں اور سارے امور خیر کو ناجائز و بدعت کے زمرے میں گردانتے ہیں، وہی اک یہ بھی ہے کہ مروجہ جلسہ و جلوس ناجائز وحرام ہے، اس لئے کہ یہ ماضی قریب کے لوگوں کی ایجاد ہے، اس کا کوئی ثبوت ماضی بعید کے علما و فقہا کے اقوال و افعال سے نہیں ملتا، حلانکہ بات اس کے بالکل برعکس ہے، اگر یہ جہال زمان اوراق کتب کی ورق گردانی کرتے تو یہ بات اظہر من الشمس ہوتی کہ یہ جلسہ و جلوس جو ہم اہل سنن نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں منعقد کرتے ہیں، یہ ابھی حال کی ایجاد نہیں بلکہ سیکڑوں سال پرانی ایجاد پاک ہے، جیسا کہ رسول اعظم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت پاک کی خوشی میں جو سب سے پہلے اس کرۂ ارض پر عشاق نبی نے جلوس نکالا وہ سرزمین مصر قاہرہ میں نکالا گیا، جیسا کہ محمد قاضی حنفی اسکندریہ اپنی کتاب ”احسن الکلام فیما یتعلق بالسنہ والبدعہ من الاحکام“، طبع کردستان القاہرہ میں رقم طراز ہیں:

”جلوس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے پہلے فاطمی خلفا نے مصر قاہرہ میں امام المعز الدین علیہ الرحمہ نے 362 ہجری میں ایجاد کیا۔“ (صفحہ 59 تا 62)

اس کے بعد شہر موصل میں بھی اس کا انعقاد ہوا جیسا کہ امام ابو شامہ دمشقی رضی اللہ عنہ اپنی کتاب ”الباعث علی الانکار البدع والحوادث“، میں رقم فرماتے ہیں:

”موصل شہر میں سب سے پہلے مشہور صوفی بزرگ حضرت عمر بن محمد ملا علیہ الرحمہ نے اس کا انعقاد فرمایا۔“ (صفحہ 28 قاہرہ مصر)

اس کے بعد سرزمین عراق شہر عربل میں اس جلوس کا انعقاد ابو سعید کوکبوری بن ابو الحسن ملقب بہ ملک مظفر اربل نے 532 میں قائم فرمایا۔ (صفحہ 62 تا 64) اور اسی طرح امام قطب الدین الحنفی المتوفی 988 ہجری اپنی کتاب ”مولد النبی ﷺ“ میں رقم طراز ہیں:

”رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک پیدائش کے دن مکہ معظمہ میں مسجد حرام میں تمام علاقوں کے علما و فقہا اور چاروں مذاہب کے قاضی جمع ہوتے ہیں اور اپنے کثیر احباب کے ساتھ بے شمار جھنڈے لے کر بشکل جلوس مولد نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوتے ہیں، ہاتھوں میں

* مضمون نگار مدرسہ قمر العلوم اسلامیہ، لکرالہ بدایوں کے ناظم تعلیمات ہیں۔

شمعیں فانوس اور مشعلیں ہوتی ہیں، گویا وہ مشعل بردار جلوس ہوتا ہے اور راستے میں علما کا خطاب ہوتا ہے، یہ جلوس مکہ معظّمہ میں ہمارے اسلاف کی دین ہے جو قرون ثلاثہ کے بعد ہوئی ہے۔'' (صفحہ 356)

مدینہ منورہ میں یوم میلاد النبی کے دن جلوس کا انعقاد

اہل مدینہ نے سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد پر جو سب سے پہلا جلوس نکالا وہ سرکار صلی اللہ علیہ وسلم کی ظاہری حیات مقدسہ میں خاص 12/ربیع الاوّل کو نکالا، جس کا ذکر کتب احادیث وسیر میں مذکور جیسا کہ بخاری شریف میں مسطور

طلع البدر علینا	من ثنیات الوداع
وجبت شکر علینا	ما داع للہ داع
ایھا المبوث فینا	جیت بلامر المطاع
انت شرفت المدینہ	مرحبا یا خیر اداع
فعلیک اللہ صلی	ماساء للہ ساع
فلبثنا ثوب یمنا	بعد التلفیک الرقاع

یہ اشعار جن کا سیاق وسباق یہی ہے کہ اے نبی رحمت آپ کا آنا مبارک ہو، آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں، ہم اللہ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ آپ تشریف لائے ہمارے یہاں، ہم نے اس خوشی میں یمنی کپڑے پہنے ہیں۔

اسی طرح خصائص کبریٰ نعمت الکبریٰ، البشیر النظیر فی مولد سید البشیر ، مولد العروس میں امام جلال الدین سیوطی نے امام ابوشامہ نے''الاحکام''میں ابن جوزی نے''تاریخ میلاد''میں اور امام قسطلانی نے''فتاویٰ کبریٰ''میں امام ابن حجر ہیتمی نے''قصائد میلاد''میں ذکر فرمایا کہ جلوس مصطفیٰ کی ایجاد قرون ثلاثہ کے بعد بلاد اسلامیہ میں خصوصاً حرمین طیبین میں ہوئی،3/صدی کے بعد۔

برصغیر میں جلوس کا انعقاد

ہمارے ہند وپاک میں اس پاک کام کا ایجاد 1352 ہجری مطابق 1934 ہجری کو ہوا، جس کے بارے میں جناب نسیم حجازی رقم طراز ہیں:

''لاہور میں میلاد النبی ﷺ کا جلوس سب سے پہلے 5/جولائی 1933ء بارہ ربیع الاوّل 1352ھ کو نکلا، جس کے موجد حضرت حافظ معراج الدین نقشبندی لاہوری ہیں۔''

(روزنامہ کوہستان)

حرف آخر

محفل میلاد ذکر میلاد جلوس میلاد چراغاں میلاد کا اہتمام کرنا بلاشبہ جائز و باعث برکت اور موجب رحمت ہے، اہل سنن کی واضح اکثریت اس کے عمل پر متفق ہے، کسی ہیت کزائیہ کے لاحق وعارض ہونے سے اس کو بدعت سے تعبیر کرنا نری جہالت وضلالت ہے، خود فقیر نے اب سے چار سال پیشتر مدینہ منورہ میں حضور سیدی، آقائی، مولائی فرزند غوث اعظم شیخ المشائخ قطب مدینہ سید علوی مکی مدنی رضی اللہ عنہ کے خلیفۂ اکبر پیکر زہد وورع عالم شرع فرزند مصطفیٰ حضرت سید عبد الجلیل قادری مدنی مدظلہ العالی والنورانی جن سے مجھے سلسلہ عالیہ قادریہ میں خلافت بھی حاصل ہے، فرماتے سنا کہ انہوں نے روایت کی اپنے مرشد سے اور انہوں نے حضرت سید جلال الدین یمنی سے، انہوں نے حضرت سید عبد العز سے، انہوں نے حضرت سید ابن رفاعی سے، انہوں نے حضرت شیخ ہیتمی سے، انہوں نے حضرت شیخ بہاالدین قادری سے، انہوں نے حضرت سید محمد بن عبد اللہ طرطوسی سے، انہوں نے حضرت سید مجتبیٰ شیرازی سے اور انہوں نے حضرت امام شافعی رضی اللہ عنہ سے کہ مدینہ منورہ میں سب سے پہلے ائمہ ثلاثہ میں امام شافعی 12/ربیع الاوّل کے روز مدینہ منورہ اپنے جانثاروں کے ساتھ نعرۂ تکبیر ورسالت، حمد وصلوٰۃ کے ساتھ داخل ہوئے، کثرت ہجوم کی وجہ سے زمین تنگ نظر آئی۔

(احسن الکلام فی مولد خیر الانام)

اب جو لوگ اس بات پر مصر ہیں کہ جلوس نبی ﷺ ادوار اصحاب پاک ﷺ میں نہیں نکالا گیا، تابعین عظام وائمہ کرام کے ادوار میں نہیں نکالا گیا، اس لئے یہ بدعت سیہ ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نری جہالت ہے کہ جو کام صحابہ کرام نے نہیں کیا اور اگر وہ بعد میں ایجاد ہو تو بدعت ہو جائے، ہر نیا کام بدعت نہیں ہوتا، کچھ بدعتیں اچھی بھی ہوتی ہیں، جیسا کہ ہمارے فقہ کرام

نے بدعت کی قسمیں بیان فرماتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ بدعت دو قسم پر منحصر ہے، حسنہ اور سیہ جو کام خیر کے زمرے میں آئے، وہ باعث برکت اور اس کا کرنا ثواب جیسا کہ تدوین قرآن کی جو شکل مرور عصر میں موجود ہے، زمانۂ صحابہ میں نہیں تھی، کسی بھی صحابی نے اعراب والا قرآن نہیں پڑھا، بغیر اعراب کے قرآن پاک زمانۂ رسالت سے لے کر خیر القرون تک موجود رہا بعد میں اس پر اعراب لگائے گئے۔

اسی طرح زمانۂ رسالت مآب ﷺ میں علم نحو وصرف پڑھنے پڑھانے کا ماحول مفقود بعد، میں موجود ہوا مگر یہ سارے امور خیر پر دال ہیں، اس لئے بدعت حسنہ اور کبھی بدعت واجبہ کے زمرے میں ہیں، ان سب بین شواہد کے ہوتے ہوئے بھی کوئی زدی ہٹ دھرمی انسان نہ مانے تو اس کو یہ حدیث دھیان رکھنا اور یاد کرلینا ضروری ہے جو مسند امام احمد بن حنبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ میں موجود ہے، اللہ کے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں:

”ما راہ المسلمون حسنا فھو عند اللہ حسن۔ مسلمان جس چیز کو اچھا سمجھ کر کرتے ہیں وہ اللہ کے نزدیک اچھی ہوتی ہے۔“ (بحوالہ مسند احمد بن حنبل، جلد اوّل)

بات اجلی من الامس ہوگئی کہ میلاد النبی، جلوس محمدی، جلسۂ نبی ﷺ کو ہر مسلمان اچھا سمجھ کر اور ثواب کی نیت کرتے ہوئے مناتا، نکالتا اور سجاتا ہے اور بحمدہٖ تعالیٰ اجر پاتا ہے، اس لئے کہ انما الاعمال بالنیات۔ عمل کا دارومدار نیتوں پر ہے، اسی طرح کچھ لوگ یہ بول رہے ہیں کہ جب بارہ ربیع الاوّل آتا تو صحابۂ کرام غم میں ڈوب جاتے، اس لئے جشن نہیں مناتے، یہ بھی بالکل جھوٹ پر مبنی ہے، اس لئے کہ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ مصطفیٰ جان رحمت ﷺ ارشاد فرماتے ہیں:

”حیاتی خیر لکم و مماتی خیر لکم۔ یعنی اے لوگوں میرا دنیا میں رہنا تمہارے لئے خیر و برکت ہے اور میرا دنیا سے جانا بھی خیر و برکت ہے۔“ (مجمع الزوائد فصل اوّل)

اس حدیث نے واضح فرما دیا کہ نبی ﷺ کی زندگی و وصال دونوں ہمارے لئے خیر و برکت ہیں اور خیر برکت ملنے پر غم نہیں خوشی منائی جاتی ہے، اب جو معترض ہے، وہ کوئی اک حدیث مرفوع متصل باسناد مروی بصاح یا تحریم اقوال ائمہ وفقہا میلاد النبی ﷺ کے بدعت ہونے پر پیش کرے، ان شاء اللہ نہیں کرسکتا، من لم یفرح بمولد النبی فلیعالج قلبہ فانہ مریض بالجفاء۔ علمائے اہل سنت کا متفقہ فیصلہ ہے کہ جس کو میلاد النبی ﷺ کے دن خوشی نہ ہو، اس کا دل مردہ ہے، اس کو بہت بری بیماری ہے، اس بیماری کا علاج کرائے، اللہم یزل ہم سب کو مصطفیٰ جان رحمت ﷺ سے سچی محبت کرنے کی توفیق عطا فرمائے، آمین۔

◆◆◆

ص ۲۵ / کا بقیہ.....................

الآنبیاء 81 (۳) پ 17، الآنبیاء 71 (۴) تفسیر خزائن العرفان، 611 (۵) صحیح مسلم، کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، ر 1162 / ص. 212 (۶) صحیح البخاری باب فضل الصلاۃ فی ... إلخ، ر 1189 / ص. 190 (۷) سنن النّسائی، کتاب المساجد، ر 689 / الجزء 2، ص. 37 (۸) سنن آبی داود، کتاب المناسک، باب فی المواقیت، ر 1741 / ص 256 (۹) سنن ابن ماجہ، کتاب المناسک، ر 3002 / ص 512 (۱۰) مسجد اقصیٰ، آزاد دائرۃ المعارف وِکی پیڈیا (۱۱) دیکھیے: تاریخ بیت المقدس، 239 – 240 / وفلسطین کی بابت چالیس حقائق، اِیقاظ 19 / مئی 2021ء، آن لائن ڈیجیٹل ایڈیشن (۱۲) دیکھیے: تاریخ بیت المقدس، 249 / ومسجد اقصیٰ ہمارے دلوں میں، 88 / وفلسطین کی بابت چالیس حقائق، اِیقاظ 19 / مئی 2021ء، آن لائن ڈیجیٹل ایڈیشن (۱۳) پ 5، النساء 75–76 (۱۴) تفسیر خزائن العرفان، 171۔

◆◆◆

از: رفعت برکاتی*

محفلِ میلادالنبی ﷺ اور مخالفین کے اعتراضات

نقد و نظر

محفلِ میلادالنبی ﷺ کے خلاف دیوبندیوں کی تحریر و تقریر میں ایک بات آپ ضرور پائیں گے کہ وہ ہم اہلِ سنت وجماعت (بریلوی) پہ بہتان بازی کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ یہ لوگ میلاد کی محفل یا جلوس میں شرکت نہ کرنے والوں کو کافر یا ابلیس کہتے ہیں اور بطور ثبوت یہ شعر پیش کرتے ہیں: ؎

نثار تیری چہل پہل پر ہزاروں عیدیں ربیع الاوّل
سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں

حالانکہ یہ شعر مبنی بر حقیقت ہے، یعنی ولادت رسول ﷺ پر ابلیس کو خوشی نہیں ہوئی بلکہ وہ چلا کر رویا، چنانچہ البدایہ والنہایہ کا اردو ترجمہ "تاریخ ابن کثیر" کے نام سے اصغر مغل وہابی دیوبندی نے کیا ہے، اس میں لکھا ہے:

"ابلیس چار بار چلا کر رویا۔ (اور تیسرے نمبر پہ لکھا ہے کہ) جب رسول اللہ ﷺ کی ولادت ہوئی۔"

(تاریخ ابن کثیر، حصہ دوم، ص ۲۳۷)

مگر دیوبندی وہابی اس "ابلیس" سے مراد خود کو لیتے ہیں، حالانکہ سچ یہ ہے کہ دنیا بھر میں کہیں بھی کسی کو بھی میلاد کے جلسے جلوس میں شرکت نہ کرنے پر کافر یا ابلیس نہیں کہا جاتا ہے، کیونکہ ہمارے احباب اور اہلِ محلہ (جو پکے سنی صحیح العقیدہ ہوتے ہیں) ان میں سے بھی بعض لوگ ایسے ہوتے ہیں جو کسی عذر کی بنا پر نہ ہی محفلِ میلاد میں شامل ہوتے ہیں نہ جلوس میں اور انہیں کافر یا ابلیس نہیں کہا جاتا ہے۔

تو اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ پھر کیا وجہ ہے کہ سوائے ابلیس کے جہاں میں سبھی تو خوشیاں منا رہے ہیں، اس سے دیوبندی وہابی خود کو مراد لیتے ہیں، اگر دلائل کی روشنی میں بات کی جائے تو سچ یہ ہے کہ یہ لوگ واقعی شیطان ہی ہیں، جیسا کہ اشرفعلی تھانوی کہتا ہے:

"ایک شیخ تھے، پیری مریدی کرتے تھے، ان پر ایک حالت طاری ہوئی جس میں وہ یوں سمجھ گئے کہ" میں شیطان ہو گیا ہوں۔" (ملفوظات حکیم الامت، جلد ۵، ص ۲۴۸)

اسی طرح اپنے ایک "قریشی" پیر کے بارے میں محمد صادق آبادی دیوبندی لکھتا ہے:

"میں کالا کتا، اس پاک دیس کو کیسے ناپاک کروں۔"

(اکابر کا مقام تواضع، ص ۱۹۲)

اس میں دیوبندیوں وہابیوں کے پیر "حضرت قریشی" نے خود کو "کالا کتا" کہا ہے، مگر کیوں؟ کیونکہ حدیث شریف میں "کالا کتا" شیطان کو کہا گیا ہے؟ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

"ان الاسود شیطان۔ یعنی کالا کتا شیطان ہوتا ہے۔"

(المعجم الاوسط، مترجم، جلد دوم، حدیث ۲۶۸۵)

غالباً یہی وجہ ہے کہ دیوبندیوں وہابیوں کے اس طرح شیطان بننے پر ان کا ایک "حضرت جی" ڈانٹتے ہوئے ان دیوبندیوں وہابیوں سے پوچھتا ہے:

"ہم تم سے کس نے کہہ دیا کہ شیطان بنو"

(اہل کے انمول اقوال، ص ۲۴۴)

اس قسم کی تفصیلی معلومات کے لیے راقم الحروف کا رسالہ "دیوبندیوں کی شیطان سے محبت" جو انٹرنیٹ پر موجود ہے، ملاحظہ فرمائیں، المختصر یہ کہ شعر میں تو شاعر نے ملعون "ابلیس" کی بات کی ہے مگر دیوبندی وہابی اس سے یہ سمجھتے اور سمجھاتے پھرتے ہیں کہ دیکھو، اس شعر میں ہمیں "ابلیس" کہا گیا ہے، تو ہم نے اس بات کی تحقیق کی کہ آخر یہ لوگ خود بقیہ ص ۱۲ پر

مسجد اقصیٰ، بیت المقدس اور فلسطین موجودہ صورت حالات کے تناظر میں

از: ڈاکٹر مفتی محمد اسلم رضا میمن *

احوال عالم

ارضِ فلسطین وہ مقدّس خطّہ ہے، جسے بے شمار انبیائے کرام کی زیارت اور قدم بوسی کا شرف حاصل ہے، یہ وہ سرزمین ہے جہاں متعدد انبیا تبلیغ دین کے سلسلہ میں تشریف لائے اور اسے اپنا مسکن ومدفن بنایا، یہاں وہ مقدّس مقامات ہیں، جو یہود، نصاریٰ اور مسلمانوں کے لیے ادب واحترام اور عقیدت کا مرکز ہیں، یہی وہ خطّہ ہے جہاں حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام کی "بیت اللحم میں ولادتِ باسعادت ہوئی" دیوارِ گریہ" اور" ہیکل سلیمانی" کے یہودی تصوّر کا تعلّق بھی اسی سرزمین سے ہے، مسلمانوں کا قبلۂ اوّل" بیت المقدس" بھی یہیں واقع ہے۔

مصطفےٰ جانِ رحمت ﷺ نے سفر معراج میں کم وبیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیا ورُسل کی جس مسجد میں امامت فرمائی، وہ معروف" مسجد اقصیٰ" بھی اسی سرزمین پر واقع ہے، یہ وہ مقدّس ارضِ پاک ہے، جہاں ہزاروں فرشتے نازل ہوئے، نزولِ وحی اور خیر وبرکت کا عظیم سلسلہ بھی یہیں رہا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"سُبۡحٰنَ الَّذِیۡۤ اَسۡرٰی بِعَبۡدِهٖ لَيۡلًا مِّنَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَـرَامِ اِلَى الۡمَسۡجِدِ الۡاَقۡصَا الَّذِىۡ بٰرَكۡنَا حَوۡلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنۡ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيۡعُ الۡبَصِيۡرُ۔(۱) اُسے پاکی ہے جو راتوں رات اپنے بندے کو مسجدِ حرام (خانۂ کعبہ) سے مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) تک لے گیا، جس کے اِرد گرد ہم نے برکت رکھی ہے۔"

اس آیتِ مبارکہ سے معلوم ہوا کہ مسجد اقصیٰ کے ساتھ ساتھ اس کے اِرد گرد کی سرزمین یعنی فلسطین، شام، اُردن، لبنان اور مصر وغیرہ کا علاقہ بھی بابرکت ہے، فلسطین اور بلادِ شام کی سرزمین میں خیر وبرکت کے بارے میں ارشاد فرمایا:

"وَلِسُلَيۡمٰنَ الرِّيۡحَ عَاصِفَةً تَجۡرِىۡ بِاَمۡرِهٖۤ اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا ؕ وَكُنَّا بِكُلِّ شَىۡءٍ عٰلِمِيۡنَ۔(۲) سلیمان کے لیے تیز ہوا مسخر کردی، کہ اس کے حکم سے اس سرزمین کی طرف چلتی جس میں ہم نے برکت رکھی اور ہمیں ہر چیز معلوم ہے۔"

نبی کریم ﷺ کے مبارک دَور میں فلسطین بلادِ شام کا حصّہ تھا، اس سرزمین کی خیر وبرکت پر دلالت کرتی، ایک اَور آیتِ مبارکہ میں اللہ رب العالمین نے ارشاد فرمایا:

"وَنَجَّيۡنٰهُ وَلُوۡطًا اِلَى الۡاَرۡضِ الَّتِىۡ بٰرَكۡنَا فِيۡهَا لِلۡعٰلَمِيۡنَ۔(۳) ہم نے اُسے (حضرت ابراہیم) اور لُوط کو نَجات بخشی، اُس زمین کی طرف جس میں ہم نے جہاں والوں کے لیے برکت رکھی۔"

صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ" اس زمین سے سرزمینِ شام مراد ہے، یہاں کثرت سے انبیاء ہوئے، اور تمام جہان میں ان کی دینی برکات پہنچیں اور سرسبز وشادابی کے اعتبار سے بھی یہ خطّہ دوسرے خطوں پر فائق ہے، یہاں کثرت سے نہریں ہیں، پانی پاکیزہ اور خوشگوار ہے، درختوں اور پھلوں کی کثرت ہے، حضرت سیّدنا ابراہیم علیہ السلام نے مقامِ فلسطین میں نزول فرمایا اور حضرت سیّدنا لُوط علیہ السلام نے مؤتفکہ میں۔" (۴)

فلسطین کا محلِّ وقوع

فلسطین دنیا کے قدیم ترین ممالک میں سے ایک ہے، اس ملک کو بارہا عُروج وزَوال کا سامنا کرنا پڑا، آخری بار خلافت عثمانیہ کے زَوال کے بعد انگریزوں اور فرانسیسیوں نے اس پر قبضہ کرلیا، 1948ء میں اس کے بیشتر حصے پر اسرائیل نامی ایک ناجائز یہودی ریاست قائم کردی گئی، 1967ء میں

* مضمون نگار وزارت اوقاف ابوظبی کے مفتی ہیں۔

اسرائیل نے فلسطین کے دارالحکومت "بیت المقدس" پر بھی قبضہ کرلیا، اسرائیلی لوگ بیت المقدس کو" یروشلم" کہتے ہیں، یہ شہر مسلمانوں کے ساتھ ساتھ یہود اور نصاریٰ کے نزدیک بھی مقدّس ہے۔

فلسطین اپنے محلِ وُقوع کے اعتبار سے انتہائی اہمیت کا حامل ملک ہے، یہ سرزمین دنیا کے شمالی حصہ میں جنوب مغربی ایشیا میں واقع ہے، اس کے مشرق میں بحرِرُوم، شمال میں لبنان، شمال مشرق میں ملکِ شام، مشرق میں اُردُن اور جنوب میں مصر واقع ہے، اس کا شمار مشرقِ وُسطیٰ کے ممالک میں ہوتا ہے، فلسطین جنوب کی جانب سے بحرِ اَحمر اور مصر کے صحرائے سینا کی حدود میں واقع ہے، اس کے پہاڑی سلسلوں میں نابلس، کرمل، خلیل اور القدس کے علاقے مشہور ہیں، قُدس کے پہاڑوں میں سب سے اونچا پہاڑ" جبل طور" ہے، اسی میں بیت المقدس کا علاقہ واقع ہے، "مسجد اقصیٰ" اور "قُبۃ الصخرہ" (Dome of the Rock) بھی اسی شہر کی زینت وَرونق ہیں۔

مسجدِ اقصیٰ کی اہمیت

مسجد اقصیٰ مسلمانوں کے لیے انتہائی اہمیت کی حامل ہے، یہ کعبۃ اللہ شریف کے بعد تعمیر کی جانے والی دوسری مسجد ہے، حضرت سیّدنا ابو ذَر غفاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی، کہ رُوئے زمین پر سب سے پہلے کون سی مسجد تعمیر کی گئی؟ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسْجِدُ الحرَام- مسجد حرام! (یعنی خانۂ کعبہ شریف) میں نے پھر عرض کی کہ اس کے بعد کون سی مسجد تعمیر کی گئی؟ حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: المسْجِدُ الْاَقْصٰی- مسجد اقصیٰ! میں نے عرض کی: ان دونوں کی تعمیر کے درمیان کُل کتنا وقفہ ہے؟ مصطفیٰ جانِ رحمت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: أَرْبَعُونَ عَاماً-(۵) چالیس 40 سال۔

مسجد اقصیٰ کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے، کہ اللہ رب العزت نے اس کا شمار ان تین 3 مساجد میں فرمایا ہے، جن کی طرف عبادت وزیارت کی غرض سے سفر کرنا مشروع قرار دیا گیا ہے، حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ کونین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" لَا تُشَدُّ الرِّحَالُ إِلَّا إِلَى ثَلَاثَةِ مَسَاجِدَ: (1) المسْجِدِ الحرَامِ (2) وَمَسْجِدِ الرَّسُولِ ﷺ (3) وَمَسْجِدِ الأَقْصَى-(۶) [زیادہ ثواب کے حصول کی نیّت سے] تین 3 مساجد کے سوا کسی مسجد کا قصد کر کے سفر مت کرو: (1) میری یہ مسجد (یعنی مسجد نبوی)، (2) مسجد حرام، (3) اور مسجد اقصیٰ۔"

مسجد اقصیٰ میں نماز پڑھنے کی فضیلت

مسجد اقصیٰ کی شان وعظمت کا اندازہ اس بات سے خوب لگایا جاسکتا ہے، کہ حدیثِ پاک میں یہاں نماز پڑھنے کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضرت سیّدنا عبد اللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" سَأَلَ اللهَ حِينَ فَرَغَ مِنْ بِنَاءِ المسْجِدِ، أَنْ لَا يَأْتِيَهُ أَحَدٌ لَا يَنْهَزُهُ إِلَّا الصَّلَاةُ فِيهِ، أَنْ يخرجَهُ مِنْ خَطِيئَتِهِ كَيَوْمِ وَلَدَتْهُ أُمُّهُ-(۷) [جب حضرت سیّدنا سلیمان] مسجد اقصیٰ کی تعمیر سے فارغ ہوئے، تو انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی، کہ جب بھی کوئی شخص اس مسجد میں نماز پڑھنے کی غرض سے آئے، تو وہ گناہوں سے ایسے پاک ہو کر نکلے، جیسے پیدا ہوتے وقت تھا۔"

مسجد اقصیٰ سے اِحرام باندھنے والے کا ثواب

مسجد اقصیٰ سے حج یا عمرہ کے لیے اِحرام باندھنا، اگلے پچھلے تمام گناہوں کی مُعافی کا باعث ہے، حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے، رحمتِ عالمیان صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

" مَنْ أَهَلَّ بِحَجَّةٍ أَوْ عُمْرَةٍ مِنَ المسْجِدِ الْأَقْصَى إِلَى المسْجِدِ الحرَامِ، غُفِرَ لَهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهِ وَمَا تَأَخَّرَ- جو شخص حج یا عمرہ کی نیّت سے مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام تک، اِحرام باندھ کر تلبیہ پڑھتا ہے، اس کے اگلے پچھلے گناہ مُعاف کر دیئے جاتے ہیں، یا فرمایا: وَجَبَتْ لَهُ الجنَّةُ-(۸)

احوال عالم

اس کے لیے جنّت واجب ہوجاتی ہے۔"

حضرت سیّدہ اُم سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے ایک اور روایت میں ہے، رسولِ اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا:

"مَنْ أَهَلَّ بِعُمْرَةٍ مِنْ بَيْتِ الْمَقْدِسِ، كَانَتْ لَهُ كَفَّارَةً لِمَا قَبْلَهَا مِنَ الذُّنُوبِ۔(۹) جس نے عمرہ کے لیے بیت المقدس سے اِحرام باندھ کر تلبیہ پڑھی، یہ اس کے پچھلے گناہوں کا کفّارہ ہوجائے گا۔"

مسجدِ اقصیٰ اور گنبد صخرہ میں فرق

یہ الیکٹرانک میڈیا اور پرنٹ میڈیا کا دَور ہے، جس کی ڈوریاں یہود کے ہاتھ میں ہیں، وہ ایک عرصہ سے یہ کوشش کر رہے ہیں کہ مسلمانوں کی آنے والی نسلوں کے دل ودماغ سے "مسجد اقصیٰ" کی شبیہ مٹادی جائے اور انہیں یہ پتہ ہی نہ چلے کہ مسجد اقصیٰ کسے کہتے ہیں؟ اس کی شان وعظمت کیا ہے؟ یہی وجہ ہے کہ جب ہم گوگل پر مسجد اقصیٰ لکھ کر سرچ کرنے کی کوشش کرتے ہیں، تو ہمارے سامنے سنہری رنگ کے گنبد کی تصویر آتی ہے، یاد رکھیے! یہ مسجد اقصیٰ نہیں بلکہ یہ تو "قُبّۃ الصخرہ" (Dome of the Rock) کی تصویر ہے اور یہ وہ مقام ہے، جہاں سے ہمارے نبی کریم ﷺ معراج کے لیے تشریف لے گئے تھے، جبکہ مسجد اقصیٰ کا گنبد سیاہی مائل سُرمئی ہے اور وہ حرم قُدسی کے جنوبی حصے میں واقع ہے، اس کی عمارت عام مساجد کی طرح ہے اور اس کا اِحاطہ اس قدر بڑھا ہے کہ اس میں ہزاروں نمازیوں کے لیے گنجائش موجود ہے، لہٰذا اپنی نسلوں کو مسجد اقصیٰ سے متعلّق صحیح آگاہی ضرور دیں اور اس کی اہمیت وفضیلت سے انہیں ضرور رُوشناس کروائیے۔

مسجدِ اقصیٰ میں آتشزدگی کا واقعہ

مسجد اقصیٰ کے خلاف سازشیں کرنے میں، یہود ایک طویل عرصے سے مصروف ہیں، جہاں ایک طرف مسجد کے نیچے سرنگیں کھود کر اس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے، وہیں اس میں بلاوجہ اور غیر ضروری توڑ پھوڑ کا سلسلہ بھی جاری ہے، ایسی ہی ایک سازش 21 اگست 1969ء کو اُس وقت رَچائی گئی، جب ایک آسٹریلوی یہودی ڈینس مائیکل روحان (Dennis Michael Rohan) نے مذہبی تعصب کا مظاہرہ کرتے ہوئے قبلۂ اوّل کو آگ لگادی، مسجد اقصیٰ تین 3 رگھنٹے تک آگ کی لپیٹ میں رہی اور جنوب مشرقی جانب عین قبلہ کی طرف کا بڑا حصہ شہید ہوگیا، سلطان نورالدین زنگی کا تیار کرایا ہوا تاریخی منبر بھی اسی میں نذرِ آتش ہوگیا۔

یہ منبر سلطان صلاح الدّین ایوبی نے بیت المقدس فتح کرنے کے بعد وہاں نصب کیا تھا، سلطان صلاح الدین نے قبلۂ اوّل کی آزادی کے لیے تقریباً 16 رجنگیں لڑیں، وہ ہر جنگ کے دَوران اس منبر کو اپنے ساتھ رکھا کرتے؛ تاکہ فتح حاصل ہونے کے بعد اسے مسجد اقصیٰ میں نصب کرسکیں، آتش زدگی کے اس اَلمناک واقعہ کے بعد خوابِ غفلت میں ڈُوبی اُمت مسلمہ کی آنکھ ایک لمحے کے لیے بیدار ہوئی اور اسلامی ممالک نے باہم متحد ہو کر او آئی سی (Organisation of Islamic Cooperation) نامی تنظیم قائم کردی، تاہم 1973ء میں اپنے دوسرے ہی اِجلاس کے بعد سے 56 راسلامی ممالک کی یہ تنظیم غیر فعّال رہی(۱۰) نیز آج کی تاریخ تک، اپنی کانفرنسز (Conferences) میں بے جان قسم کے اِعلامیے جاری کرنے کے سوا، عملی طور پر کچھ بھی نہیں کر پارہی۔

دنیا بھر میں یہود کی ذلّت ورُسوائی

فلسطینی ہمیشہ اپنے وطن میں رہے، اسلام قبول کرنے کے بعد وہ کسی اَور دین میں داخل نہیں ہوئے، مسلمانوں نے اس خطے پر تیرہ سو 1300 رسال تک حکومت کی، جبکہ یہودی 135ء سے لے کر بیسویں 20 رصدی کے اوائل تک دنیا بھر میں ذلیل وخوار ہوتے رہے، اگر تاریخ کی ورق گردانی کی جائے تو یہ پتہ چلتا ہے، کہ یہودی قوم ہمیشہ اپنی سازشوں اور شرارتوں کے باعث، نفرت وحقارت کا نشانہ بنتی رہی، ان کی سازشوں سے تنگ آ کر ہر ملک نے کبھی نہ کبھی انہیں ضرور نکال باہر کیا ہے، یہ لوگ 627ء میں سرزمین حجاز اور 890ء میں ملکِ شام سے نکالے گئے، اس کے بعد انہوں نے پُرتگال (Portugal)

کوجائے پناہ بنایا،لیکن وہاں سے نکالے جانے کے بعد 920ء میں انہوں نے اسپین (Spain) میں پناہ لی، 1110ء میں اسپین نے انہیں نکال باہر کیا، 1290ء میں انگلینڈ (England) سے نکالے جانے پر فرانس پہنچے، لیکن صرف 16 / سال بعد فرانس (France) نے بھی ان کی شرانگیزیوں سے تنگ آکر 1306ء میں انہیں اپنے ملک سے نکال باہر کیا، وہاں سے بلجیم (Belgium) پہنچے، جبکہ 1370ء میں چیکوسلواکیہ (Czechoslovakia) کا رُخ کیا، دس سال بعد وہاں سے بھی بھگائے گئے، وہاں سے نکلنے کے بعد دوبارہ فرانس میں پناہ لی، 1394ء میں فرانس نے انہیں دوبارہ ملک بدر کر دیا، پھر انہوں نے ہالینڈ (Netherlands) کو اپنا مسکن بنایا، 1442ء میں انہوں نے رُوس (Russia) کا رخ کیا، 1510ء میں روس نے انہیں اٹلی (Italy) کی طرف دھکیل دیا، 1540ء میں یہ لوگ جرمنی (Germany) چلے گئے، وہاں سے ذِلّت ورُسوائی کا سامنا کرنے کے بعد انہوں نے ترکی (Turkey) کا رخ کیا اور بحیثیت ذِمّی یہاں آبسے، بدلتی دنیا میں انہوں نے تعلیم وتجارت، سائنس وصنعت کے ذریعے دنیا کے مختلف ملکوں میں اپنے قدم جمانا شروع کیے، لیکن اپنی سازشوں کے باعث ہمیشہ زیرِعتاب رہے۔

اُنیسویں 19 صدی کے آخر میں مغربی روس (Western Russia) کے لوگ ان پر قہر بن کر ٹوٹ پڑے، انہوں نے ان کے مکانات مسمار کردیئے، سر بازار ان کی خواتین کی بے حرمتی کی گئی، ستّر 70 ہزار یہود بمشکل جان بچا کر روس سے نکلنے میں کامیاب ہوئے، اٹھارویں 18 صدی عیسوی میں کلیسائے انگلستان (Church of England) نے ان کی تذلیل کے لیے انہیں ایک خاص قسم کا لباس پہننے کا پابند کیا اور لوگوں کو یہ نصیحت کی کہ وہ ان کی ریشہ دوانیوں سے ہوشیار رہیں! اس کے باوجود یہود اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے، تو ان کی آبادیاں الگ کر کے ان کے گرد لوہے کی جالیاں لگادی گئیں، بالآخر ایڈورڈ اوّل (Edward I.) بھی یہودی زعما کو نکالنے پر مجبور ہوگیا۔

الغرض یہ لوگ دنیا میں ہر جگہ معتوب رہے، لیکن تمام تر عرصے میں خلافت عثمانیہ نے انہیں پناہ دیئے رکھی، یہودی اسلامی ممالک کو جائے پناہ سمجھ کر، یہاں امن وسکون سے زندگی بسر کرتے رہے، لیکن انہوں نے مسلمانوں کے ان احسانات کے بدلے میں ہمیشہ احسان فراموشی کی بدترین مثالیں قائم کیں۔ (۱۱)

گریٹر اسرائیل (Greater Israel) کا قیام

"گریٹر اسرائیل" (Greater Israel) کے صہیونی منصوبے کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کے لیے، یہود گزشتہ ایک صدی سے فلسطین میں، یہودی آبادکاری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، انہوں نے دنیا کے کونے کونے سے یہودیوں کو لا کر فلسطین میں آباد کیا، 1170ء میں بیت المقدس میں صرف ایک یہودی تھا، 1750ء میں ان کی تعداد بڑھ کر ایک سو پچاس ہوگئی، 1918ء میں فلسطین میں صرف پچپن 55 ہزار یہودی تھے، 1922ء میں یہ تعداد بڑھ کر 82 ہزار ہوگئی، 1925ء میں مزید 61 ہزار یہودی دنیا کے مختلف ممالک سے لا کر یہاں بسائے گئے، 1936ء تک بیرونِ ملک سے آنے والے یہودیوں کی یہ تعداد بڑھتے بڑھتے ساڑھے چار لاکھ سے تجاوز کرگئی، جبکہ 1948ء میں نقل مکانی کر کے فلسطین آنے والے یہودونے، یہودی آبادی کو چھ لاکھ چھیالیس 46 ہزار تک بڑھا دیا۔ (۱۲)

یہودیوں کی اس نقل مکانی اور آبادی کاری میں اقوام متحدہ، امریکہ اور یورپی ممالک نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا، یہودی بستیاں آباد کرنے میں انہیں مالی مدد فراہم کی، بھاری رُقوم کا لالچ دے کر فلسطینیوں سے ان کی زمینیں خریدیں اور آج یہ عالم ہے کہ فلسطینی مسلمان اپنے ہی ملک میں بے بسی سے اَقلیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں۔

دوسری طرف اسرائیل کی حدودِ اربعہ دن بدن ہر سمت پھیلتی چلی جارہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں کو ان کے اپنے علاقوں سے زبردستی بے دخل کیا جارہا ہے، کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو اُسے موت کی وادی میں دھکیل دیا جاتا ہے، عورتوں کی

عزّت وناموس کا دامن تار تار کیا جارہا ہے، چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا جارہا ہے، اسکول، کالجز اور ہسپتالوں پر بم برسائے جارہے ہیں، انسانی حقوق کی سرعام پامالی کی جارہی ہے۔

آزادیٔ اِظہارِ رائے کے عالمی قوانین کی دھجیاں اڑائی جا رہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں پر ہونے والے اسرائیلی مظالم کا پردہ چاک کرنے والے ٹی وی چینلز (TV Channels) کے دفاتر تباہ کیے جارہے ہیں، فیلڈ رپورٹنگ (Field Reporting) کرنے والے صحافیوں کے کام میں رکاوٹیں ڈالی جارہی ہیں، زخمیوں کا علاج مُعالجہ کرنے والے ڈاکٹرز (Doctors) اور فرنٹ لائن اسٹاف (Frontline Staff) کو پریشان کیا جارہا ہے، جنگ زدہ علاقوں میں کھانے پینے کی اشیاء فراہم کرنے والوں کے ساتھ، مار پیٹ اور پکڑ دھکڑ کا سلسلہ جاری ہے، پانی اور بجلی کے کنکشن منقطع کر کے نفسیاتی طور پر ٹارچر (Torture) کیا جارہا ہے، شہیدوں کی تدفین کرنے والوں پر بم برسائے جارہے ہیں، دینی مقدّسات اور عبادتگاہوں پر حملے کیے جارہے ہیں۔

دوسال قبل رمضان المبارک میں مسجد اقصی پر اسرائیلی فوجیوں کا حملہ اور مسجد کی بے حرمتی کسی سے پوشیدہ نہیں! دنیا بھر کے ٹی وی چینلز (TV Channels) اور سوشل میڈیا (Social Media) کے ذریعے، یہ دردناک اور دلخراش مناظر ساری دنیا نے دیکھے، جن کا ضمیر زندہ تھا، انہوں نے بلا امتیازِ مذہب اس پر احتجاج بھی کیا، لیکن نام نہاد سپر پاوَر امریکہ کی طرف سے اسرائیلی اِقدام کی تائید نے انہیں جمہوریت کے حمام میں ننگا کر کے بیچ چوراہے پہ لاکھڑا کیا۔

اسرائیلی فوج کی تازہ ترین سفّاکیت

اسرائیلی مظالم سے تنگ آکر ابھی چند روز قبل، جب چند فلسطینی مجاہدین نے اپنے جائز حقوق اور مقبوضہ سرزمین کی آزادی کے لیے اَز سرِ نَو جد وجہد کا آغاز کیا اور اسرائیل کی چند فوجی تنصیبات اور افواج کو نشانہ بنایا، تو جمہوریت (Democracy) اور ہیومن رائٹس (Human Rights) کا نام نہاد علمبردار یہی امریکہ (USA) انصاف کے تقاضے پورے کرنے اور فلسطینی مسلمانوں کو اُن کا جائز حق دلانے کے بجائے، اسرائیل کے شانہ بشانہ کھڑا ہو گیا اور اُسے ہر قسم کے فوجی تعاون کی یقین دہانی کرائی اور فلسطین کے خلاف سخت کاروائی کے لیے امریکہ نے اقوامِ متحدہ (United Nations) کی سلامتی کونسل (Security Council) کا ہنگامی اَجلاس تک بلوالیا، لیکن اِجلاس بے نتیجہ رہنے کی وجہ سے فلسطین کے خلاف سرمایہ دارانہ ریاستوں (Capitalist states) کی طرف سے کوئی کاروائی عمل میں نہ لائی جاسکی، البتہ اسرائیلی فوج نے اس موقع کو غنیمت جانا اور فلسطین کے رہائشی علاقوں پر اندھا دھند بمباری کر کے اُس کی اینٹ سے اینٹ بجادی، نہتے مَردوں، عورتوں اور چھوٹے چھوٹے بچوں کا قتل عام کیا، مساجد کو شہید کیا، قرآنِ حکیم کی بے حرمتی کی، نیز امدادی کاروائیوں میں خلل ڈالا۔

اس کے باوجود یہودیوں کے انتقام کی آگ ٹھنڈی نہ ہوئی، تو انہوں نے ملک بھر میں جنگی صورت حال کا اعلان کردیا، اپنے جنگی طیاروں (Fighter Planes) اور ٹینکوں (Tanks) کو فلسطینی سرحد کی طرف روانہ کیا اور فوجی طاقت کے بل بوتے پر ہر حال میں غزّہ کی پٹی کا جغرافیہ (Geography) تبدیل کرنے کا اعلان کیا اور اس سلسلے میں عملی اِقدام کے طَور پر متعدد رہائشی عمارتوں کو جہادی مرکز قرار دے کر جگہ جگہ بمباری کی اور ہر چیز ملیا میٹ کرڈالی، اتنی سفّاکیت اور جنگ کے عالمی اُصول کی خلاف ورزی کے باوجود انسانی حقوق کی تنظیمیں ٹَس سے مَس نہ ہوئیں اور ان میں کوئی مذمت کے دوبول تک نہ بول سکا۔

غیروں سے کیا شکوہ؟ ہمارے اپنوں کا طرزِ عمل بھی اُن سے کچھ مختلف نہیں رہا، جس وقت اسرائیلی فوجی ہماری مسلمان عورتوں کے گریبان چاک کر رہے تھے، دن کے اُجالے میں ان کی عزّت وعصمت کا دامن تار تار کر رہے تھے، ہمارے بچوں کو زدو کوب کر رہے تھے، اُس وقت انہیں اسرائیلی مظالم نظر نہیں آئے اور آج جب چند فلسطینی مجاہدین نے جذبۂ جہاد سے سرشار ہو کر انہیں اسلام کی پاوَر (Power) کی ایک جھلک

احوالِ عالم

دکھلائی ہے، تو انہیں بھی انسانی حقوق کا سبق یاد آ گیا ہے اور وہ بھی ٹی وی پر بیٹھ کر فلسطینی مجاہدین کو انسانی حقوق کے احترام کا مشورہ دیتے نظر آ رہے ہیں۔ ع

شرم تم کو مگر نہیں آتی

کیا ہمارے ضمیر مر چکے ہیں؟

یہود ونصاریٰ کبھی ہمارے دوست نہیں ہو سکتے، یہ ہر مشکل گھڑی میں ایک دوسرے کے ساتھ کھڑے نظر آتے ہیں، پھر آخر کیا وجہ ہے کہ ہم مسلمان ایک دوسرے کی تکلیف محسوس نہیں کرتے؟ ایک دوسرے کے حق میں آواز بلند نہیں کرتے؟ آخر ہماری صفوں میں اتحاد و یکجہتی کی کمی کیوں ہے؟ فلسطین، مصر و شام اور لیبیا و عراق میں بسنے والے مسلمانوں کی چیخ و پکار ہمیں کیوں نہیں جھنجھوڑتی؟ دنیا بھر میں مسلمانوں پر ظلم وستم ہو رہا ہے! ہماری مائیں بہنیں اور چھوٹی چھوٹی بچیاں ہمیں مدد کے لیے پکار رہی ہیں! آخر کب ہم محمد بن قاسم اور صلاح الدین ایوبی بن کر ان کی آواز پر لبیک کہیں گے؟

آئے دن مسجد اقصیٰ کی توہین و بے حرمتی اور ہماری فلسطینی ماؤں بہنوں، بچوں بوڑھوں اور نوجوانوں کا، بے دردی سے قتلِ عام ہو رہا ہے، یہ مسئلہ صرف فلسطینیوں کا نہیں، بلکہ پوری اُمت مسلمہ کا اجتماعی مسئلہ ہے، صرف مذمتی بیان دے کر چشم پوشی کرنے سے کام نہیں چلے گا، بلکہ ہمارے حکمرانوں کو عملی اِقدامات کرنا ہوں گے! اجتماعی مفاد کے پیشِ نظر ایک میز پر بیٹھ کر کوئی متفقہ لائحہ عمل ترتیب دینا ہوگا! اُمتِ مسلمہ کی کما حقُّہ رہنمائی کا فریضہ انجام دینا ہوگا؛ ورنہ یاد رکھیے! فلسطین میں بھڑکنے والی آگ، کسی دن ہمارے گھروں کو بھی اپنی لپیٹ میں لے کر رہے گی، اللہ تعالیٰ قرآنِ کریم میں جہاد کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے:

"وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ الَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا مِنْ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ اَهْلُهَا وَاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ وَلِيًّا وَّاجْعَلْ لَّنَا مِنْ لَّدُنْكَ نَصِيْرًا، اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ الطَّاغُوْتِ فَقَاتِلُوْٓا اَوْلِيَآءَ الشَّيْطٰنِ اِنَّ كَيْدَ الشَّيْطٰنِ كَانَ ضَعِيْفًا۔ (۱۳) اور تمہیں کیا ہوا کہ نہ لڑو اللہ کی راہ میں؟ اور کمزور مردوں، عورتوں اور بچوں کے واسطے جو یہ دعا کر رہے ہیں، کہ اے رب ہمارے! ہمیں اس بستی سے نکال جس کے لوگ ظالم ہیں اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی حمایتی دے دے اور ہمیں اپنے پاس سے کوئی مددگار دے دے، ایمان والے اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کفّار شیطان کی راہ میں لڑتے ہیں، تو شیطان کے دوستوں سے لڑو! بے شک شیطان کا داؤ کمزور ہے۔"

صدر الافاضل مفتی سیّد نعیم الدین مرادآبادی اس آیتِ مبارکہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ "اس آیت میں مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی گئی؛ تاکہ وہ اُن کمزور مسلمانوں کو کفّار کے پنجۂ ظلم سے چھڑائیں۔" (۱۴)

اے اللہ! ہمارے فلسطینی بھائیوں کی مدد و نصرت فرما، انہیں کامیابی و کامرانی سے ہمکنار فرما، ان کی حفاظت فرما، انہیں یہود ونصاریٰ اور استعماری قوتوں سے نجات عطا فرما، ہمارے ظاہر و باطن کو تمام گندگیوں سے پاک و صاف فرما، اپنے حبیب کریم ﷺ کے اِرشادات پر عمل کرتے ہوئے قرآن و سُنّت کے مطابق اپنی زندگی گزارنے، سرکارِ دوعالم ﷺ اور صحابۂ کرام کی سچی محبّت اور اِخلاص سے بھرپور اِطاعت کی توفیق عطا فرما، ہمیں دینِ اسلام کا وفادار بنا، ہماری صفوں میں اتحاد کی فضا پیدا فرما، ہمیں پنج وقتہ باجماعت نمازوں کا پابند بنا، ہر نیک کام میں اخلاص کی دولت عطا فرما، تمام فرائض و واجبات کی ادائیگی بحسن وخوبی انجام دینے کی بھی توفیق عطا فرما، بخل و کنجوسی سے محفوظ فرما، خوش دلی سے غریبوں محتاجوں کی مدد کرنے کی توفیق عطا فرما، آمین وصلی اللہ تعالیٰ علیٰ خیر خلقہ ونورِ عرشہ، سیّدنا ونبیّنا وحبیبنا وقرۃ أعیننا محمدٍ، وعلیٰ آلہ وصحبہ أجمعین وبارَک وسلّم، والحمد للہ رب العالمین۔

حوالہ جات: (۱) پ15، بنی اسرائیل 1 (۲) پ17، بقیہ ص ۱۸ ر پر

فلسطین کے موجودہ حالات کے تناظر میں ایک چشم کشا تحریر

(از: مولانا غلام مصطفےٰ نعیمی*)

بات طاقت کی نہیں غیرت ایمانی کی ہے

احوال عالم

پہلا منظر نامہ

آج سے تقریباً تیرہ صدی پہلے سندھ کے راجا داہر کے کارندوں نے حجاز جا رہے مسلمانوں کے ایک بحری جہاز پر حملہ کیا، ساز و سامان لوٹا اور مسافروں کو قید خانہ میں ڈال دیا، مسافروں میں مردوں کے ساتھ کچھ خواتین بھی شامل تھیں جو علاقہ سراندیپ سے اپنے وطن جا رہی تھیں لیکن شومیِ قسمت سے ظالموں کے نرغے میں گھر گئیں، یہ وہ زمانہ تھا جب عبد الملک بن مروان (متوفی 86ھ) خلیفۂ وقت اور حجاج بن یوسف ثقفی (متوفی 95ھ) عراق کا گورنر ہوا کرتا تھا، مسافروں میں سے کسی طرح دو لوگ داہر کی قید سے بھاگ نکلنے میں کامیاب رہے اور اس طرح اس حادثہ کی خبر عراقی گورنر حجاج بن یوسف تک پہنچ گئی۔

یوں تو حجاج بن یوسف کا شمار تاریخ اسلام کے انتہائی سفاک، ظالم اور بے رحم حاکم کے طور پر کیا جاتا ہے، اس کے دامن پر ہزاروں صلحا کے خون ناحق کے دھبے ہیں، لیکن حادثہ سندھ کی خبر نے اس کی غیرت ایمانی پر شدید ضرب لگائی، دشمنوں کے ہاتھوں مسلمانوں کی توہین اسے قوم مسلم کی توہین محسوس ہوئی، اسے لگا جیسے چند مسلمانوں کی نہیں قوم مسلم کی توہین کی گئی ہے۔

غیرت ایمانی اور ملی جذبات سے سرشار حجاز نے اولاً راجا داہر کو مکتوب لکھ کر مسلم خواتین کی رہائی کا مطالبہ کیا، داہر کے رعونت آمیز جواب نے حجاج کو برانگیختہ کر دیا اور اس نے اپنے 17 رسالہ بھتیجے محمد بن قاسم (متوفی 95ھ) کو چھ ہزار کا لشکر دے کر سندھ کی مہم پر روانہ کیا تاکہ راجا داہر کو سبق سکھایا جا سکے، محمد بن قاسم نے نوعمری کے باوجود محض چھ ہزار کی فوج کے ساتھ راجا داہر کی تین گنا زیادہ فوج کو شکست دے کر مسلم خواتین کو اس کی قید سے آزاد کرایا اور ساری دنیا کو ایک واضح پیغام دیا کہ:

"کوئی بھی مسلمان کہیں بھی تنہا نہیں ہے، اگر کسی نے مسلمان پر ذرہ برابر بھی ظلم کیا تو سلطنت اسلامیہ اسے گھر میں گھس کر نشان عبرت بنا دے گی۔"

دوسرا منظر نامہ

آٹھ اکتوبر 2023ء کو اسرائیلی جارحیت کے خلاف فلسطینی تنظیم حماس نے حق دفاع استعمال کیا، جواباً اسرائیل نے اپنی تمام تر طاقت کے ساتھ کمزور اور نہتھے فلسطینیوں پر حملہ بول دیا، اب تک دو ہزار سے زائد مرد و خواتین، سیکڑوں بچے، ہزاروں رہائشی مکانات، درجنوں اسپتال اور کئی اسکولوں کو میزائلوں کے ذریعے تباہ کر دیا گیا ہے، غزہ کی بجلی سپلائی کاٹ دی گئی، اناج وغیرہ کی ترسیل کے راستے بھی بند کر دیے گئے ہیں، اسرائیلی جارحیت کا یہ عالم ہے کہ وہ غزہ پٹی کے رہائشی علاقوں پر فاسفورس بموں تک کا استعمال کر رہا ہے، جب کہ انسانی آبادی کے خلاف حالت جنگ میں بھی فاسفورس کے استعمال پر سخت پابندی ہے لیکن اسرائیل تمام تر عالمی ضابطوں کی دھجیاں اڑاتے ہوئے اہل فلسطین کی نسل کشی پر آمادہ ہے۔

موجودہ صورت حال انتہائی سخت ہے، فلسطینی مسلمانوں پر یہ کوئی پہلا حادثہ نہیں ہے، ظلم و تشدد کا یہ سلسلہ 1948ء میں قیام اسرائیل بل کہ اس سے پہلے سے ہی چلا آ رہا ہے، اس درمیان لاکھوں فلسطینی مسلمان شہید ہو چکے ہیں، ہزاروں دودھ پیتے بچوں نے جام شہادت پیا، ہزاروں ماؤں کی کوکھ اجڑی، لاکھوں فلسطینی بے وطنی کی زندگی گزار رہے ہیں، مگر 75 رسال کی چیخ و پکار کے باوجود کرۂ ارض پر موجود ستاون مسلم ممالک کے حکمرانوں کے کانوں تک فلسطینیوں کی چیخیں اور یہودیوں کے حقارت آمیز قہقہے نہیں پہنچ سکے ہیں، غزہ کے دو طرف اسرائیلی

* مضمون نگار ماہنامہ سواد اعظم دہلی کے چیف ایڈیٹر ہیں۔

احوال عالم

سرحد، ایک طرف سمندر اور ایک طرف مصر ہے، اسرائیل تو اپنی سرحدیں کھول ہی نہیں سکتا۔

افسوس مصری حاکموں پر ہے جنہوں نے سخت ترین بربادی کے وقت بھی فلسطینیوں پر سرحد پوری طرح بند کر رکھی ہے، فلسطینی مصری سرحد پار کرنے کی کوشش بھی کرتے ہیں تو مصر کی مسلم فوجیں اپنے ہی مسلم بھائیوں پر گولیاں برساتی ہیں، اس طرح فلسطینی مسلمان چاہ کر بھی کہیں باہر نہیں نکل سکتے، آسمان سے برستے اسرائیلی بموں کے شور میں غزہ پٹی کے مکانات کھنڈرات میں بدلتے جا رہے ہیں، صاف وشفاف آسمان دھواں دھواں ہے اور فلسطینی شہدا کی تعداد بڑھتی ہی جا رہی ہے۔

فرق غیرت کا ہے

دونوں منظر ناموں پر غور کریں اور کچھ بنیادی چیزوں کو سمجھنے کی کوشش کریں:

◆ دونوں منظر ناموں کے درمیان تیرہ صدی یعنی 1312/ سال کا فاصلہ ہے ◆ اُس وقت سلطنت اسلامیہ کے طور پر سلطنت بنو امیہ ہی موجود تھی ◆ اِس وقت مسلم سلطنتوں کے نام پر ستاون ملک موجود ہیں ◆ اُس زمانے میں سندھ اور عراق کے درمیان تقریباً 3500/ کلومیٹر سے زائد کا فاصلہ تھا ◆ آج فلسطینی سرحد سے مصر، لبنان، سیریا اور جارڈن کی سرحدیں بالکل ملی ہوئی ہیں، لیکن کل غازیان عرب ساڑھے تین ہزار کلومیٹر تک چلے آئے تھے، جب کہ آج عربوں سے چند قدموں کا فاصلہ طے نہیں ہو رہا ہے ◆ اہل عرب کے لیے سندھ ایک اجنبی اور نامانوس علاقہ تھا، زبان، بود و باش اور رہن سہن سب کچھ مختلف تھا ◆ فلسطین کے ہمسایہ مسلم ممالک کے لیے سب کچھ دیکھا بھالا ہے، زبان/ ماحول اور راستوں تک سے شناسائی ہے ◆ سندھی حکومت ایک مضبوط اور علاقائی اعتبار سے انتہائی طاقت ور حکومت تھی جب کہ محمد بن قاسم کی فوج کافی کم اور کمزور تھی ◆ اسرائیل طاقت ور تو ہے لیکن اتنا بھی نہیں جیسا پروپیگنڈہ کیا جاتا ہے، حماس کے حالیہ حملوں نے اس کی طاقت اور انٹیلی جنس کی قلعی کھول کر رکھ دی ہے ◆ محمد بن قاسم کی فوجی تعداد راجا داہر سے تین گنا کم تھی، جنگی ساز و سامان کا بھی یہی حال تھا ◆ آج مسلم دنیا کے پاس 57/ ممالک، 50/ لاکھ فوج، گیس اور تیل کے 14/ ذخائر اور ایٹمی طاقت بھی موجود ہے ◆ محمد بن قاسم کی فوج کے لیے تبدیلی موسم اور صعوبت سفر کی ذہنی مشکل بھی ایک مسئلہ تھی ◆ اُنہیں ہنگامی صورت حال میں کسی مدد یا رسد کی کوئی امید نہیں تھی، جب کہ آج مسلم ممالک کے سامنے ایسی کوئی پریشانی نہیں ہے۔

ان تمام تر ذہنی/ جسمانی مشکلات کے باوجود محمد بن قاسم کے غیرت مند غازیوں نے اپنی بیٹیوں کی عزت کی خاطر عرب سے عجم تک 3500/ کلومیٹر طویل سفر کی تکلیفیں برداشت کرنا گوارا کیا لیکن مظلوم اور بے بس مسلمانوں کو ظالموں کے رحم و کرم پر چھوڑنا ان کی غیرت نے گوارا نہیں کیا، اس لیے راستے کی تکلیفیں ان پر اثر ڈال سکیں اور نہ ہی موسم کی تبدیلی ان کی ہمت کو کمزور کر سکی، اجنبی ملک اور ناشناسا ماحول میں بھی انہوں نے ایمانی قوت کے دم پر مغروروں کا غرور کچل کر رکھ دیا تھا۔

اُس دور کے مقابلے آج مسلم ممالک تمام تر آسائشوں/ سہولتوں/ فوجی کثرت اور ایٹمی طاقت کے حامل ہیں، اس کے باوجود اگر فلسطین کے مٹھی بھر جیالے ہی قبلہ اوّل کی آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں تو فرق جنگی آلات/ فوجی قوت اور کثرت و گنتی کا نہیں، بل کہ غیرت ایمانی اور ملی حمیت و خودداری کا ہے، تیرہ سو سال پہلے غیرت ایمانی زندہ تھی تو عربوں نے ساڑھے تین ہزار کلو میٹر کی مسافت کو ناپ کر رکھ دیا تھا، آج وہ غیرت مردہ ہو چکی ہے، اسی لیے چند قدموں کا فاصلہ ناپنے میں بھی پسینے چھوٹ رہے ہیں۔

ایک ہفتے سے فلسطین کی فضا دھواں دھواں اور بموں کے شور سے لہولہان ہے، مصر/ سعودی/ جارڈن اور متحدہ عرب امارات جیسے ممالک اسرائیل کے ساتھ ہیں، کل جمع گنتی کے دو چار ملک ہی ہیں جو زبانی طور پر ہی سہی فلسطین کی حمایت کا دم بھر رہے ہیں، مگر مسلم حکمرانوں کی اکثریت پوری طرح خاموش ہے، نہ حجاج سی غیرت ہے، نہ محمد بن قاسم سی ہمت! ارض فلسطین محمد بن قاسم اور سلطان صلاح الدین ایوبی کے وارثوں کو مسلسل بقیہ ص ۱۵/ پر

از: غلام مصطفیٰ رضوی*

ارضِ اقصیٰ پر اسرائیل کا شیطانی رقص

احوالِ عالم

کیا تم نے قیامت بپا دیکھی ہے؟ کیا تم نے موت رَقصاں دیکھی ہے؟ کیا تم نے مٹتی عمارتیں، مَلبوں میں بدلتے آشیانے، لرزتی دیواریں، گرتی چھتیں، دہلتے کوچے دیکھے ہیں؟ ہاں! یہ سب مناظر اب بھی دُنیا دیکھ رہی ہے، آج بھی دیکھ رہی ہے، حسرتوں کی شامیں ہیں، صبح کا انتظار ہے، ہر طرف لاشے ہی لاشے ہیں، عزیزوں کے جنازے ہیں، بچیاں بھی شہید، بچے بھی شہید، نوجوان بھی شہید، نوعمر بچے بھی شہید، یہ اَلم کی داستاں غزہ فلسطین میں مشاہدہ ہو رہی ہے، وہی غزہ جسے دُنیا کی حکومتوں نے فراموش کر دیا ہے۔

اسرائیل کے جنگی جہاز فضا میں بلند ہو رہے ہیں، بم برسا رہے ہیں، نہتوں پر، بچوں پر، شیرخواروں پر، سیکڑوں ننھے ننھے بچے (7 اکتوبر 2023ء سے) اب تک مَسل دیئے گئے، کیوں انھیں نشانہ بنایا جا رہا ہے؟ کیوں بچوں کو ٹارگٹ کیا جا رہا ہے؟ کیوں کہ ننھی کلیاں اسرائیل کے نزدیک "دہشت گرد" ہیں، فلسطینیوں کی نسل کشی کا یہ سنہرا موقع ہے، جس کا پورا فائدہ اسرائیل اُٹھا رہا ہے اور دُنیا دیکھ رہی ہے، اِس جرم میں وہ بھی شریک ہیں جو اسرائیل کے ساتھ کھڑے ہیں، کینیڈا و فرانس بھی شریک ہیں، امریکہ و برطانیہ بھی شریک ہیں، ہاں! تماشائی بنے عرب ممالک بھی فلسطینیوں کے قتلِ عام میں شریک ہیں، سعودی عرب بھی ان نہتوں، ننھے مُنّے بچوں کی موت کا ذمہ دار ہے۔

شب کی تاریکی چھائی ہوئی تھی، غزہ کی وادیاں کھنڈرات میں بدل چکی تھیں، بم دھماکوں سے پورا ماحول دہل رہا تھا، شیطانی درندوں کے لب مسرتوں سے سرشار تھے، دہشت گرد "اسرائیل" بہت مسرور تھا، کیوں کہ جنھیں وہ گزشتہ 70 رسالوں سے مَسل رہے تھے، اب ان کی نسلیں قریب الختم تھیں، شیطان کو یورپ و امریکہ سے تازہ دَم کمک مل رہی تھی۔

شبِ دیجور تھی، بجلیاں کب کی کٹ چکی تھیں، نہ غذا نہ دوا، پانی بھی قریب الختم، زندگی کی آسائش سے محروم بچے بچیاں، آسمان کی طرف اُمید سے تک رہے تھے، یتیمی کا عالم، موت سروں پر رَقصاں، ہاسپٹل زخمیوں سے پُر، دواؤں کا فقدان، مدد کی آس و اُمید میں فلسطینی منتظر تھے۔

دائیں بائیں بم گرتے، چیخیں بلند ہوتیں، کئی پیاسے جامِ شہادت نوش کر جاتے، اتنے میں ایک عمارت ملبے میں بدل گئی، عزیز شہید ہو گئے، ایک بچہ زخموں سے نڈھال ہو گیا، ہاسپٹل لے جایا گیا، شیطان کے بم بردار جہاز کو یہ گوارا نہ ہوا کہ بچہ بچ جائے، ہاسپٹل پر بمباری کی گئی اور ننھا "دہشت گرد" ہلاک ہو گیا، یہی شیطان کی فتح ہے، یہی شیاطین یورپ کے جشن کی حقیقت ہے، یہی گودی میڈیا کا آتنک واد کے خلاف کامیابی کا تمغہ ہے، یہی ابلیسی فکر کا منشا ہے۔

مسلمانوں پر عرصۂ حیات تنگ کیا گیا، انھیں کی زمین، فلسطین، جو نبیوں کی سرزمین ہے، برکتوں کی سرزمین ہے، جہاں ختم المرسلین ﷺ شبِ معراج تشریف لائے، یوں ارضِ مقدس قدمِ نازِ مصطفیٰ ﷺ سے باریاب ہوئی، اسی زمیں پر عثمانی سلطنت کے زوال کے بعد برطانیہ نے قبضہ جمایا، یہودیوں کو لا بسایا، احسان کا بدلا احسان فراموشی سے دیا گیا، فلسطینیوں پر زمین تنگ کر دی، عربوں کی پیٹھ میں اسرائیلی خنجر پیوست کر کے غاصبانہ قبضہ کر لیا، جو شیطانی رقص ظلم کی صورت میں شروع ہوا، وہ 1948ء سے لگا تار اب تک جاری ہے، دُنیا عیش و طرب میں مگن ہے۔

فلسطینی بچے شہیدوں کے لہو کی سرخی دیکھتے ہوئے جوان ہوئے، شہید ہوئے، یتیم ہوئے، خواتین بیوہ ہوئیں، کئی نسلیں

* مضمون نگار نوری مشن مالے گاؤں مہاراشٹر کے رکن ہیں۔

ظلم سہتے سہتے گزر گئیں، امریکی شیطان اسرائیل کے ساتھ کھڑا ہوا ہے، لاشیں مسلمان کی گرتی ہیں، لیکن اس میں امریکہ کا بھی حصہ ہوتا ہے، ہر بے حس مقتدرہ کا حصہ ہوتا ہے۔

کیا قافلۂ عرب میں کوئی صلاح الدین ایوبی کا پرتو نہیں؟ بلیک گولڈ نے عربوں کو نواز دیا، دولت کی ریل پیل ہے، عشرت کدے آباد ہیں، شراب و شباب کے دور جاری ہیں، یورپ و اسرائیل اسلحے بنا رہے ہیں، اہلِ عرب عیش خانے تعمیر کر رہے ہیں، کاش! بلیک گولڈ سے دفاعی سامان تیار کیے ہوتے تو سرحدوں پر یہودیوں کے بمبار جہاز ہجوم کیے ہوئے نہ ہوتے، بیت المقدس کے صحن خون مسلم سے لالہ زار نہ بنتے، اسرائیل کے وجود کے لیے سازشوں کی وہ بساط آراستہ کی گئی، جس کے زیر اثر، عراق تباہ کر دیا گیا، شام و یمن تاراج کیے گئے، لیبیا اجاڑا گیا، سب ایک ایک کر کے مٹا دیئے گئے، جو بچ گئے وہ نحیف و ناتواں ہیں، کاش! عربوں کے یہاں اسلحے بنائے جاتے تو فلسطینی مسلمانوں کے دست و بازو سلامت رہتے، شجاعت کی داستانیں شہدا کے لہو سے لکھی جاتیں۔

پوری اسلامی دُنیا نے فلسطین کو تنہا چھوڑ دیا ہے، لیکن! اللہ تعالیٰ کی مدد ان کے ساتھ ہے، ایک آواز فضا میں گونج رہی ہے، کان لگا کر سُنیے، کیسی طاقت ور آواز ہے، ایمان کی حرارت شریانوں میں دوڑ جاتی ہے:

"وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ کُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ- (آل عمران: ۱۳۹) تمہیں غالب آؤ گے اگر ایمان رکھتے ہو-"

عزیمتوں کی داستانیں سنگلاخ وادیوں میں رقم کی جاتی ہیں، غزہ ایسی ہی وادی ہے، جہاں لہو خیزی سے چمن آباد ہو رہا ہے، ایک نسل مٹ رہی ہے، ایک چمن اُجڑ رہا ہے، لیکن! قبلے کا تقدس آباد ہو رہا ہے، ارضِ اقصیٰ کی حفاظت کے قافلے آگ کے دریا عبور کر رہے ہیں، پوری راہ سنگلاخ ہے، جہاں ہر قدم پر ننھے ننھے بچوں کی لاشیں ہیں، جہاں ہر سُو بچیوں اور نوجوانوں کے لاشے ہیں، جہاں اب بھی حیات کے دیئے بجھائے جا رہے ہیں، جہاں اب بھی تابکاری کے اثرات ہیں، بموں کی بوچھار ہے، چاروں طرف عرب ممالک ہیں، بے حسی کی چادر تنی ہوئی ہے، رات اندھیری ہے، صبح کب طلوع ہوگی! آہ! کب سے انتظار ہے:

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والو! جاگتے رہیو، چوروں کی رکھوالی ہے

ظلم ایک دن ڈوب جائے گا، لیکن! آپ مظلوم کے ساتھ کھڑے تو ہو جائیں، اقتدار کی کرسی سدا نہیں رہتی، وہ کُرسی جو فلسطینی مسلمانوں کے لہو میں تیر رہی ہے، جب ہوائے مخالف چلے گی سب تہس نہس ہو جائے گا، پھر روز آخر جب نمودار ہوگا، ہر ظالم کیفر کردار کو پہنچے گا، مظلوم سرخرو ہوگا، صہیونیوں کی شام غم نمودار ہوگی، کب! لہو خیزی کی شب کے خاتمے پر!!

◆◆◆

ص ۴۰ / کا بقیہ......................................

پانڈے کی تقریر سنی تھی اور اپنی طویل تقریر کے دوران ڈاکٹر بی این پانڈے نے تاریخ کی کتابوں کے حوالوں سے ثابت کیا تھا کہ اورنگ زیب عالمگیر انصاف ور حاکم تھے، متعصب نہیں تھے اور ان پر فرقہ واریت کا الزام جھوٹ اور کذب وافترا پر مبنی ہے۔

مندرجہ بالا حقائق سے پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب متعصب نہیں تھے، بلکہ اپنی رعایا کا یکساں خیال رکھتے تھے اور ایک انصاف ور حاکم تھے، اورنگ زیب خود عربی، فارسی، اردو اور ہندی کے عالم و فاضل تھے، وہ اپنی نثر و نظم میں محاورات کا استعمال بہت عمدہ انداز سے کرتے تھے، ان کے مضامین، نظم، خطوط اور شاہی فرامین سے بھی یہ آشکارا ہو جاتا ہے کہ وہ ایک نیک دل انسان اور انصاف ور حاکم تھے، ان کے شاہی فرامین اور خطوط ملک کی مختلف لائبریریز میں محفوظ ہیں، وہاں سے لے کر ان کے شاہی فرامین اور خطوط کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

لہٰذا ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم فراخ دلی کا مظاہرہ کریں، تاریخ کے حقائق کا مطالعہ کریں اور ایک نیک دل انسان اور انصاف ور حاکم کی شخصیت سے متعلق متعصّبانہ رویہ اختیار نہ کر کے غیر جانبدارانہ فیصلہ لیں۔

◆◆◆

احوال عالم

از: محمد تحسین رضا نوری*

یہودی ہمیشہ سے اسلام اور مسلمانوں کے دشمن

احوال عالم

مشرق وسطیٰ کے حالات اور فلسطینی عوام پر اسرائیلی بربریت کی سفاکانہ کاروائیوں اور حملوں سے دل چھلنی ہو کر رہ گیا، ہزاروں مسلمانوں کا قتل، بچوں اور عورتوں پر ظلم وستم، مساجد و مدارس کا انہدام، قرآن کریم کی بے ادبی و گستاخی، بیت المقدس کے تقدس کی پامالی اور ان جیسی بے شمار ذلیل حرکتوں نے روح کو جھنجھوڑ کر رکھ دیا، ہمیشہ سے ہی یہود و نصاریٰ اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشوں کے جال بنتے آئے ہیں، آخر یہ خونریزی، قتل و غارت گری، ظلم و بربریت کا مقصد کیا ہے؟ کیا یہ لوگ اپنے مذہب کے لیے یہ سب کرتے ہیں یا اس کے پیچھے کوئی اور وجہ ہے؟ ایک مؤرخ نے اس کی وجہ بھی بیان کی ہے، ابولبابہ شاہ منصور لکھتے ہیں کہ:

”یہودیوں کا مسئلہ یہ نہیں کہ دنیا انہیں اُن کے عقیدے کے مطابق زندگی گزارنے دے، نہ وہ یہ چاہتے ہیں کہ فلسطین میں انہیں ان کی آبادی کے مطابق ایک خطہ مل جائے، نہیں ہرگز نہیں! ان کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ دنیا کے ہر غیر یہودی شخص کو اپنا غلام بنانا چاہتے ہیں، وہ صرف فلسطین میں نہیں بلکہ پوری دنیا میں ”عالمی یہودی ریاست“ قائم کرنا چاہتے ہیں، تاکہ گلوبل ویلج (Global Village) کا پریزیڈنٹ ان کا گرینڈ آرکیٹیکٹ (Grand Architect) دجال اکبر ہو۔“ (عالمی یہودی تنظیمیں، صفحہ ۱۰)

یہود و نصاریٰ کی یہ جماعتیں پوری دنیا کے الگ الگ خطوں میں پھیل کر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف آج بھی سازشیں رچتی ہیں، جس طریقہ سے آج پوری دنیا ان کے بچھائے گئے جال میں پھنسی ہوئی ہے، اس سے بظاہر ایسا لگتا بھی ہے کہ دنیا ان کے ہاتھوں میں آچکی ہے، تسخیر عالم کے اس منصوبے میں انہیں کامیابی اس لیے نہیں ملی کہ وہ خیر امت ہیں بلکہ انہوں نے بزور بازو شاطرانہ اسکیموں اور خفیہ چالوں کے ذریعہ اس کامیابی کو حاصل کیا ہے، ظلم و تشدد، قتل و غارت گری اُن کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتی، اہل یہود کے فقہی علوم نے انہیں یہ باور کرایا ہے کہ وہ خدا کی برگزیدہ قوم ہے، اُن کے لیے غیر یہودی قوموں کی جان مال اور ان کی عزت و آبرو کی کوئی حیثیت نہیں، لہٰذا قوم یہود برتری اور ریاست اسرائیل کے استحکام کے لیے جو بھی اخلاقی یا غیر اخلاقی قدم اٹھایا جائے گا وہ سب یہودی فقیہوں کے نزدیک درست ہوگا۔

عہد نبوی میں یہودیوں کی چالبازیاں

قرآن کریم میں مسلمانوں کا سب سے بدترین دشمن یہودیوں کو ہی بتایا گیا ہے، اس لیے کہ اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کی اسکیمیں عہد رسالت ہی سے شروع ہو چکیں تھیں، کسی بھی وقت اسلام کو اُن کی فتنہ انگیزیوں اور دسیسہ کاریوں سے اطمنان میسر نہ ہوا، جیسا کہ جنگ خیبر کے وقت ایک یہودی عورت ”زینت بنت الحرث“ نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو کھانے پر دعوت دی، جسے آپ ﷺ نے قبول فرما لیا، اُس نے ایک دنبہ ذبح کیا اور گوشت بھوننے سے پہلے حضور ﷺ سے پوچھا:

”آپ کون سا حصہ پسند فرمائیں گے، آپ نے جواب دیا کہ مجھے دست کا گوشت زیادہ پسند ہے، چنانچہ اُن نے سارے دنبہ پر زہر چھڑکا اور خاص کر دست کو زہر آلود کیا، دسترخوان پر بیٹھنے کے بعد آپ نے ایک لقمہ منھ میں ڈالا لیکن اسے نگلا نہ تھا اور ارشاد فرمایا کہ: یہ گوشت مجھ سے کہتا ہے کہ اسے زہر آلود کیا گیا ہے لہٰذا آپ نے اس لقمہ کو اسی وقت اُگل دیا۔“

* مضمون نگار شیر پور کلاں پورن پور پیلی بھیت کے متوطن ہیں۔

حضرت بشر بن البرا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی ایک لقمہ منھ میں لیا تھا اور اسے نگل لیا تھا، اس لیے وہ شہید ہو گئے تھے، ایک روایت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے ظاہری طور پر دنیا سے جاتے وقت آپ کو اس زہر کی تکلیف محسوس ہوتی تھی اور آپ کا وصال پر ملال بھی اسی زہر کی وجہ سے ہوا تھا۔

اب ذرا غور کریں کہ اس قوم کی غیرت اور بزدلی دیکھیں کہ اپنے حربے استعمال کرنے کے لیے عورتوں کو بھی میدان عمل میں اتار دیتے ہیں، اپنے جنگی کام بھی عورتوں سے کرا رہے ہیں، تاریخ اِن جیسے ہزاروں واقعات سے بھری پڑی ہے، شہنشاہ صلاح الدین ایوبی رحمۃ اللہ علیہ پر کئی مرتبہ عورتوں کے ذریعہ سے ہی حملہ کیا گیا، یہ ہے یہودیوں کی چالبازیاں، ربِّ کریم ہم سب کو ان کے ہتھکنڈوں سے محفوظ رکھے۔

عہد صحابہ میں یہود کی شر انگیزی

ظاہری طور پر دنیا سے تشریف لے جاتے وقت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے چند وصیتیں فرمائیں، جن میں ایک وصیت یہ بھی فرمائی:

''اخرجوا الیھود من جزیرۃ العرب۔ یہود کو عرب کے جزیرہ سے باہر نکال دو۔'' (بخاری شریف)

یہ وصیت ہر اس آدمی کے لیے تھی جو بارِ خلافت اٹھائے، چنانچہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ فتنۂ ارتداد، منکرین ختم نبوت، منکرین زکوٰۃ اور کئی دوسرے استحصالی فتنوں میں الجھ گئے جو کہ اس وقت کی اہم ضرورت تھے، اس وجہ سے آپ اس فرمان کی طرف متوجہ نہ ہو سکے بلکہ ان کو اس کا موقع ہی نہ مل سکا، چنانچہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے اپنے دورِ خلافت میں یہ وصیت پوری فرمائی، ۱۴ھ میں حضرت سیدنا عمر فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سلطنت ایران کو زیر کرنے کا منصوبہ بنایا، قادسیہ کی فیصلہ کن جنگ نے خاندان کسریٰ کی قسمت کا فیصلہ کر دیا، جس میں ایک لاکھ سے دو لاکھ کے درمیان ایرانی مارے گئے۔

ان کی قیمتی اشیا کسریٰ کا تخت، قالین اور انتہائی قیمتی فانوس ان کی عورتیں لونڈیاں بنا کر دربارِ خلافت میں بطور مال غنائم کے پیش کی گئیں، اس کے سورما رستم، ہرمزان، فیروزان، بہمن وغیرہ تہ تیغ کیے گئے، ایران کی اینٹ سے اینٹ بجادی گئی اور حق غالب آیا، لیکن یہ معاملہ یہیں ختم نہیں ہوا بلکہ کچھ لوگوں نے بظاہر جان و مال کی حفاظت کے لیے کلمہ پڑھا اور خفیہ طور پر اُن کی چالبازیاں جاری رہیں، غرض کہ تمام خلفائے راشدین اپنے اپنے زمانہ میں یہودیوں سے سامنا کرتے رہے۔

جسد اطہر اور یہود

شہنشاہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کے دورِ حکومت میں یہودیوں نے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے جسم مبارک کو آپ کی قبر شریف سے نکال کر کہیں دوسری جگہ منتقل کرنے کی ناپاک کوشش کی، جب مسلمانوں کی فوج جرمنی کے شہنشاہ کانرڈ کی نو لاکھ کی فوج کے خلاف یمن میں نبرد آزما تھی، اُس دوران یہودی صوفیانہ لباس میں ملبوس ہو کر مدینہ منورہ میں داخل ہوئے، اُن کی وضع قطع دیکھ کر کسی کو شک تک نہیں ہو سکتا تھا کہ عبادت و ریاضت کے علاوہ بھی ان کا کوئی اور مقصد ہو سکتا ہے۔ دن بھر یہ لوگ عبادت و ریاضت، صدقات و خیرات کرتے اور رات کے وقت یہ لوگ اپنے حجرے میں سرنگ کھودتے، ادھر شہنشاہ نور الدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا حال یہ تھا کہ آپ نہایت ہی عبادت گزار، نیک اور شب زندہ دار تھے، روزآنہ رات کا اکثر حصہ عبادت و ریاضت میں مشغول رہتے پھر کچھ دیر کے لیے سو جاتے، سلطان نور الدین زنگی علیہ الرحمہ معمول کے مطابق رات کے نوافل و وظائف سے فارغ ہوئے اور بستر پر لیٹ گئے، آنکھیں کیا بند ہوئیں مقدر جاگ اُٹھا، حضور سرور عالم نور مجسم صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں تشریف لائے اور نیلی آنکھوں والے دو آدمی دکھا کر فرمایا: مجھے ان سے بچاؤ! آپ گھبرا کر اُٹھے، وضو کیا، نوافل ادا کیے اور پھر سو گئے، تین بار ایسا ہی ہوا، آپ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے رات ہی میں اپنے وزیر کو بلایا، مشورہ ہوا اور اگلی صبح ہی بہت سا مال لے کر مدینہ منورہ کی جانب چل پڑے۔

۱۶/ دن کے سفر کے بعد مدینہ منورہ پہنچے، شہر سے باہر ہی غسل کیا، پھر شہر میں داخل ہوئے، ریاض الجنۃ میں نوافل ادا

احوال عالم

کیے اور روضہ رسول پر حاضری دینے کے بعد مسجد ہی میں بیٹھ گئے، سب اہلِ مدینہ کو بلایا گیا کہ سلطان تشریف لائے ہیں اور نذرانے تقسیم کرنا چاہتے ہیں، چنانچہ مدینہ شریف کے ہر ہر فرد کو نذرانہ دیا گیا، لیکن مطلوبہ افراد نظر نہ آئے، پوچھنے پر بتایا گیا کہ اہل مغرب سے دو نیک متقی شخص ہیں، کسی سے کچھ نہیں لیتے بلکہ بکثرت صدقہ کرتے ہیں، رات بھر عبادت وریاضت کرتے ہیں اور دن میں پیاسوں کو پانی پلاتے ہیں، انہیں حاضر کیا گیا تو سلطان نے فوراً پہچان لیا، یہ وہی بدبخت تھے جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب میں دکھائے تھے، ان سے مدینہ منوّرہ میں آنے کا سبب پوچھا گیا، تو بولے کہ ہم تو بس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پڑوس میں رہنے آئے ہیں، بار بار پوچھا گیا لیکن انہوں نے حقیقت نہیں بتائی، جب ان کے مکان کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے ڈھیر سارا مال اور چند کتابیں ملیں۔

سلطان پریشانی کے عالم میں ٹہلنے لگا پھر اچانک زمین پر بچھی چٹائی کو ہٹا کر دیکھا، سب کی آنکھیں کھلی کی کھلی رہ گئیں کہ چٹائی کے نیچے ایک سُرنگ تھی جو روضہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف جارہی تھی، وہ دونوں بدبخت رات کو سرنگ کھودتے اور مٹی مشکیزوں میں ڈال کر قبرستان میں ڈال آتے تھے، جب وہ قبر مبارک کے قریب پہنچ گئے تو آسمان کانپ اُٹھا اور زمین میں سخت زلزلہ آیا، ایسا لگتا تھا کہ پہاڑ اُکھڑ جائیں گے، اس سے اگلی صبح ہی سلطان نورالدّین زنگی رحمۃ اللہ علیہ مدینہ منورہ پہنچ گئے تھے، ان کا جرم ثابت ہونے کے بعد سلطان نے ان کی گردن اڑانے کا حکم دے دیا اور روضۂ رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے گرد پانی کی گہرائی تک زمین کھدوائی اور سیسہ پگھلا کر اس میں بھر دیا تاکہ آئندہ کوئی ایسی ناپاک حرکت نہ کر سکے۔ (ملخص: لالہ زار)

بیت المقدس اور یہود

یہودی سازشیں اتنی بڑھیں کہ بیت المقدس جیسی قابل احترام اور انبیاء کرام علیہم السلام کی نشانی بھی اُن کی سازشوں کی زد میں آگئی، اُن کی طاغوتی قوتیں شب وروز اُسے نقصان پہنچانے میں لگی ہوئی ہیں، یہود ایک طویل عرصے سے اُس کے خلاف سازشیں کر رہے ہیں، مسجد کے نیچے سرنگیں کھود کر اُس کی بنیادوں کو کھوکھلا کیا جارہا ہے، 1969ء کو ایک یہودی لیڈر نے قبلہ اوّل مسجد اقصیٰ میں آگ لگادی، تین گھنٹے تک مسلسل مسجد سے آگ کی لپٹیں نکلتی رہیں، جس سے مسجد کے جنوبی جانب کا ایک بڑا حصہ شہید ہوگیا، سلطان نورالدین زنگی رحمۃ اللہ علیہ کا تیار کرایا ہوا تاریخی منبر بھی جل گیا۔ اُن کا یہ دعویٰ ہے کہ ارض فلسطین پر ہمارا پیدائشی حق ہے، ممتاز برطانوی مؤرخ الفرڈ جے ٹوائین بی اس دعوے کو مضحکہ خیز اور احمقانہ بتاتے ہوئے لکھتا ہے:

"اٹھارہ سو برس کے بعد یہ بات ہرگز نہیں کہی جاسکتی کہ فلسطین یہود کا وطن ہے، ورنہ ریاست ہائے متحدہ امریکہ ریڈ ایڈینوں کی مملکت ہے، اگر ایسی بات ہوتی تو برطانیہ اور دوسرے کئی ممالک کی صورت حال بالکل بدل جائے گی، میرے خیال سے یہود کا فلسطین پر بجز اس کے کوئی حق نہیں کہ وہ وہاں ذاتی جائیداد خرید سکتے ہیں، اُنہیں وہاں ریاست قائم کرنے کا کوئی حق نہیں، کہ یہ بیحد بدنصیبی کی بات ہے کہ وہاں مذہب کی بنیاد پر ایک ریاست قائم کردی گئی۔"

تاریخ شاہد ہے کہ قوم یہود اپنی سازشوں اور شرارتوں کے باعث ہمیشہ نفرت وحقارت کا نشانہ بنتی رہی، اور ہر ملک نے ان کی حرکتوں سے تنگ آکر آخر میں انہیں ملک سے باہر کر دیا، گریٹر اسرائیل کے (Greater Israel) کے صہیونی منصوبے کو پایہ تکمیل تک پہنچانے کے لیے یہود گزشتہ ایک صدی سے فلسطین میں آبادکاری کا سلسلہ جاری رکھے ہوئے ہیں، یہودیوں کی اس نقل مکانی اور آبادکاری میں اقوام متحدہ، امریکہ اور یورپی ممالک نے ان کا پورا پورا ساتھ دیا اور انہیں خوب مالی مدد فراہم کی، آج عالم یہ ہے کہ فلسطینی مسلمان اپنے ہی ملک میں بے بسی سے اقلیت کی زندگی گزارنے پر مجبور ہیں، دوسری طرف اسرائیل کی حدود دار بعہ دن بدن ہر طرف پھیلتی جارہی ہیں، فلسطینی مسلمانوں کو اُن کو اپنے ہی ملک سے زبردستی بے دخل کیا جارہا ہے، کوئی صدائے احتجاج بلند کرے تو اسے موت کی وادی میں ڈھکیل دیا جاتا ہے، عورتوں کی عزت وناموس کا بقیہ ص ۱۵ / پر

پہلی قسط

از: مولانا محمد سبطین رضا سبطین*

امام احمد رضا اور فن شعر و سخن

شعر و شاعری صرف قافیہ پیمائی یا خوبصورت الفاظ اور شعلہ بداماں جملوں کے استعمال کا نام نہیں؛ بلکہ اس میں حسن صورت کے ساتھ ساتھ حسن معنی بھی ہو، صنائع لفظی کے ساتھ ساتھ صنائع معنوی بھی ہو، ہمارے رہبر و رہنما امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں قادری رضی اللہ عنہ جہاں علم دین کے چراغ کو اپنے خون جگر دے کر روشن کئے، تخمیناً ایک ہزار کے قریب قریب رسائل و کتب تصنیف فرمائیں، علاوہ ازیں سینکڑوں کتب پر حواشی لکھے وہیں آپ کو شعر و شاعری میں بھی وہ دسترس و مہارت تامہ و کاملہ حاصل تھی جس کی نظیر نہیں ملتی۔

آپ کے اشعار میں واردات قلب کی کیفیات، رموز عشق کی تفاسیر اور مشاہدات حسن کی رعنائیوں کے علاوہ آپ کی فکری وشعوری صلاحیتوں کا ایسا بھرپور اظہار ہے جسے غزل کا طرۂ امتیاز سمجھا جاتا ہے، آپ وہ واحد شخصیت ہیں جنہوں نے نظم و نثر دونوں میں اردو کے بے شمار محاورات استعمال کر کے اپنی علمیت سے اردو شاعری میں چار چاند لگادئے، آپ کے کلام سے پہلے تاثر جو پڑھنے والوں پر قائم ہوتا ہے وہ آپ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بے پناہ وابستگی ہے، آپ کے شاعری کا محور خاص نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی و سیرت ہے، آپ نے مجازی راہ سخن سے ہٹ کر صرف نعت رسول اپنے افکار کا موضوع بنایا، تشبیہوں واستعاروں کا برمحل استعمال آپ کی شاعری کی جان ہے۔

آپ کے قادر الکلام شاعر ہونے کا ایک بدیہی ثبوت یہ بھی ہے کہ آپ اردو کلام کے علاوہ فارسی میں بھی جہاں شاعر کا علو تخیل کام نہیں کرتا ہے، پوری شدومد کے ساتھ آپ نہایت بے تکلفی و بے ساختگی سے گزرتے ہوئے حقیقت کی تہ تک پہنچ جاتے ہیں، آپ نے اپنے نعتیہ کلام کو تبلیغ حق و تبلیغ عشق کا ذریعہ بنایا، غیر ممکن ہے کہ کسی جگہ آپ رضی اللہ عنہ کا کلام پڑھا جائے اور محفل پر انوار نہ برسیں، محبوب عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اسی ثنا گستری نے آپ کو امام بوصیری کا مقام عطا کر دیا اور آپ حالت بیداری میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت سے مشرف ہوئے، آپ اپنی خداداد اعلیٰ صلاحیتوں اور فنی کمالات کی وجہ سے دیگر اساتذۂ فن کے مقابلہ میں ایک ایسی لاثانی و منفرد حیثیت کے حامل تھے کہ آپ کے معاصرین ومخالفین بھی آپ کی شاعرانہ عظمت کے صدق دل سے مداح و معترف نظر آتے ہیں۔

حضرت علامہ بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ حدائق بخشش کی بابت تحریر کرتے ہیں:

”آپ کا نعتیہ دیوان حدائق بخشش حمد و نعت، دعاوالتجا، سلام ومنقبت، عشق ومحبت، حقیقت ومعرفت، معجزات وکرامات، شرح آیات واحادیث وغیرہ مضامین کا ایک ایسا بحر زخار ہے جس کی وسعت اور گہرائی کا اندازہ کرنا اہل بصیرت حضرات ہی کا کام ہے، جس طرح آپ امام اہل سنت ہیں اسی طرح آپ کا کلام بھی کلام وسخن کا امام ہے، چنانچہ آپ کے دیوان حدائق بخشش پر ”کلام الامام امام الکلام“ کا مقولہ حرف بحرف صادق آتا ہے اور کیوں نہ صادق آئے کہ حدائق بخشش حسان العصر، خسروئے اقلیم وسخن، شہنشاہ نعت گویاں، اعلیٰ حضرت عبد مصطفیٰ احمد رضا کے عشق بھرے دل کی آواز اور مداحان رسول علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لیے شمع ہدایت ہے۔“ (سوانح اعلیٰ حضرت، ص349-350)

آپ کے فن شاعری میں قادر الکلامی کے متعلق حضرت علامہ عبد الستار ہمدانی مصروف برکاتی صاحب قبلہ لکھتے ہیں:

”آپ (اعلیٰ حضرت) نے فن شاعری کو حیات نو بخشی ہے

رضویات

اورفن شاعری صنعات میں آپ نے اپنی قادری الکلامی کا سکہ بٹھاتے ہوئے جو کمال دکھایا ہے اس کو دیکھ کر دنیائے اردو ادب کے بڑے بڑے شعراء اور ماہرین انگشت بدندان ہیں۔'' (فن شاعری اور حسان الہند، ص 54)

ابتدائے شعروسخن

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ نے کس سنہ سے شعروشاعری کی ابتدا کی اس کوعصری یا زمانی قیود میں مقید نہیں کیا جاسکتا، آپ ایک سچے عاشق رسول تھے جب کبھی بھی عشق رسول کا درد آپ کو بے چین کرتا آپ شاعری کرنے لگتے، حضرت علامہ بدرالدین احمد قادری علیہ الرحمہ آپ کی شاعری کے بارے میں لکھتے ہیں:

''آپ عام ارباب سخن کی طرح صبح سے شام تک اشعار کی تیاری میں مصروف نہیں رہتے تھے بلکہ جب پیارے مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی یاد تڑپاتی اور درد عشق آپ کو بیتاب کرتا تو ازخود زبان پر نعتیہ اشعار جاری ہوجاتے اور یہی اشعار آپ کی سوزش عشق کی تسکین کا سامان بن جاتے، چنانچہ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ جب سرکار اقدس ﷺ کی یاد تڑپاتی ہے تو میں نعتیہ اشعار سے بے قرار دل کو تسکین دیتا ہوں ورنہ شعروسخن میرا مذاق طبع نہیں۔'' (سوانح اعلیٰ حضرت، ص 350)

جبھی تو آپ فرماتے ہیں۔ ؎

ثنائے سرکار ہے وظیفہ قبول سرکار ہے تمنا
نہ شاعری کی ہوس نہ پرواروی تھی کیا کیسے قافیے تھے

احتیاط نعت گوئی

اصناف ادب میں نعت سے زیادہ لطیف ونازک اور مشکل کوئی صنف نہیں اور اس سے پوری طرح عہدہ برآ ہونا ممکن بھی نہیں، نعت میں دو حدیں متعین ہیں، ایک تو یہ کہ: حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں اتنا مبالغہ نہ کیا جائے جو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو بشریت سے نکال کر الوہیت سے ملصق کردے اور دوسری طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی شان اقدس میں قطعاً ایسے الفاظ استعمال نہ کیے جائیں جو آپ کی شان کے موافق نہ ہوں، یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف میں اتنا نہ بڑھے کہ شرک کا الزام عائد ہو اور نہ ہی اتنا گھٹے کہ کفر کی حد تک پہنچے، خود امام اہل سنت اس معاملہ میں فرماتے ہیں:

''حقیقتاً نعت شریف لکھنا نہایت مشکل ہے، جس کو لوگ آسان سمجھتے ہیں اس میں تلوار کی دھار پر چلنا ہے، اگر بڑھتا ہے تو الوہیت میں پہنچ جاتا ہے اور کمی کرتا ہے تو تنقیص ہوتی ہے۔'' (الملفوظ، ص 145)

امام احمد رضا کی نعتیہ دیوان حدائق بخشش اس بات پر شاہد ہے کہ آپ نے کس قدر حزم واحتیاط کو مشعل راہ بنایا تھا، آپ کے حزم واحتیاط کی ایک جھلک درج ذیل تحریر سے لگا سکتے ہیں:

''نعت کے ڈانڈے اور اس کی حدیں ایک طرف تو عبد سے اور دوسری طرف معبود سے ملتی ہیں اور اگر نعت نگار غلو سے کام لیتے ہوئے ان حدود معبود میں داخل ہوتا ہے تو بھی عذاب وعتاب کا مستحق قرار پاتا ہے اور اگر فکر اسفل کا استعمال کرتا ہے تو بھی تنقیص کا مرتکب قرار پاتا ہے اور دونوں اعتبار سے بارگاہ مصطفیٰ کا مجرم وگستاخ ٹھہرتا ہے جس کا نتیجہ یہ بر آمد ہوتا ہے کہ اس کے اعمال تباہ وبرباد ہوجاتے ہیں؛ مگر ایک تیسری بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ نعت نگار کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ہمارے نبی کی طرح کسی دوسرے نبی کی توہین بھی نہ کرے، بسااوقات ایسا ہوتا ہے کہ جب نعت نگار ہمارے نبی کے معجزات اور ان کے کمالات کا دیگر انبیائے کرام کے معجزات وکمالات سے موازنہ کرتا ہے تو دوسرے انبیا کی تنقیص کا مرتکب ہوجاتا ہے۔

چنانچہ ایک بار ایک صاحب نے بارگاہ احمد رضا خان بریلوی میں حاضر ہوکر نعتیہ اشعار سنانے کی تمنا ظاہر کی، آپ نے فرمایا: میں اپنے چھوٹے بھائی حسن میاں یا حضرت کافی مرادآبادی کا کلام سنتا ہوں اس لیے کہ ان کا کلام میزان شریعت میں تُلا ہوا ہوتا ہے اگر چہ حضرت کافی کے یہاں لفظ رعنا کا استعمال موجود ہے، اگر وہ اپنی اس غلطی پر آگاہ ہو جاتے تو یقیناً اس لفظ کو بدل دیتے۔ پھر خیال خاطر احباب کے پیش نظر ان صاحب کو کلام سنانے کی اجازت مرحمت

فرمادی ان کا ایک مصرع یہ تھا:

شان یوسف جو گھٹی ہے تو اسی در سے گھٹی

آپ نے فوراً شاعر موصوف کو روک دیا اور فرمایا: حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کسی نبی کی شان گھٹانے کے لیے نہیں بلکہ انبیاے کرام کی عظمت و بزرگی میں چار چاند لگانے کے لیے تشریف لائے تھے، مصرع یوں بدل دیا جائے:

شان یوسف جو بڑھی ہے تو اسی در سے بڑھی

(امام احمد رضا خاں کی نعتیہ شاعری، ص166)

صنعات فن شاعری

صنائع لفظی و صنائع معنوی شاعری کے حسن و زیور ہیں جن سے کلام میں جان ولطف پیدا ہوتے ہیں لیکن ان صنعتوں کے استعمال کے لیے بھی ایک خاص دستور وسلیقے کی ضرورت ہوتی ہیں، خالی زیور نہ حسن کی آرائش کرسکتا ہے نہ افزائش جب تک سلیقہ اس کا ساتھ نہ دے، مثال کے طور پر اگر کوئی شخص گلے کا زیور پاؤں میں اور پاؤں کا زیور کان اور ناک میں لٹکا لے یا مناسب مقدار سے زیادہ زیور پہن لے تو نتیجہ کیا ہوگا؟ یہی حال صنعتوں کا بھی ہے کہ اگر محل اور مقدار کی مناسبت کا لحاظ نہ رکھا جائے تو ان کا استعمال کلام کا حسن نہیں بلکہ عیب بن جائے گا، علامہ عبد الستار ہمدانی اس کے متعلق لکھتے ہیں:

''فن شاعری میں کچھ صنعات متعین کی گئی ہیں اور ہر صنعت کے قواعد وضوابط مقرر کیے گئے ہیں، شاعر اپنے کلام کے حسن کو نکھارنے کے لیے ان صنعات کا اپنے اشعار میں استعمال اور اہل علم سے داد حاصل کرتا ہے، اردو ادب کے شہرۂ آفاق شعرا اپنے کلام میں ان صنعات کے استعمال میں کوشاں رہے اور اپنی حسب استطاعت ان صنعات کا استعمال کیا، حضرت رضا بریلوی نے اپنے کلام میں ان صنعات کا بھر پور استعمال فرمایا ہے اور اردو ادب میں ایک مثال قائم کردی کہ نعتیہ شاعری میں ان صنعات کا حسین انداز میں استعمال کیا جاسکتا ہے اور فن ادب کو اُجاگر کیا جاسکتا ہے، حضرت رضا نے اپنے نعتیہ اشعار میں ان صنعات کو اتنے حسین پیرائے میں نظم فرمایا ہے کہ اہل ذوق کو مجبور ہوکر اس بات کا اعتراف کرنا پڑے گا کہ حضرت رضا کا مقام فن وادب کے اعتبار سے بھی تمام شعراے اردو سے بلند واعلیٰ ہے۔''

(فن شاعری اور حسان الہند، ص55-54)

اب ہم حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اشعار کو صنعتی کسوٹی پر رکھ کر صنائع معنوی و صنائع لفظی میں سے چند مخصوص صنعتوں کی دلکش وحسین جھلکیاں پیش کرنے کی کوشش وسعی کرتے ہیں۔ پہلے ہم صنعات میں سے صنائع معنوی کے چند مخصوص صنعات کا ذکر کریں گے بعدہ صنائع لفظی کا وسعت بھر احاطہ کریں گے، اس لیے کہ معنوی خوبی کو لفظی خوبی پر فوقیت حاصل ہے، چنانچہ مرزا امجد رازی صاحب لکھتے ہیں:

''الفاظ معانی کے لیے قوالب ہیں جن کے ذریعے معانی مفہوم ہوتے ہیں۔ تو جب تک ذہن میں روح معنی نہ ہوگی تب تک اس کے لیے وجود لفظ کو تیار نہ کیا جائے گا۔ بس اسی وجہ سے پہلے بدائع معنوی کو تقدم حاصل ہے اور صنائع لفظی کو تاخر۔''

(بدیع الرضائی مدح المصطفیٰ، ص187)

صنائع معنوی

صنعت طباق: اس کو صنعت تضاد اور مطابقت بھی کہتے ہیں۔ یعنی شعر میں دو ایسے الفاظ کا جمع کرنا جو معنوی طور پر ایک دوسرے کی ضد ہوں جیسے گرمی وسردی، ہنسنا ورونا وغیرہ۔ اس کی دو صورتیں ہیں ایک ایجابی، دوسرا سلبی۔

[1] طباق ایجابی: وہ ہے کہ الفاظ متضاد کے ساتھ حرف نفی نہ ہو جیسے دوست ودشمن، آیا اور گیا وغیرہ۔

[2] طباق سلبی: وہ ہے کہ ایک ہی مصدر کے دو فعلوں کو جمع کر دیا جائے ان میں سے ایک مثبت ہو اور دوسرا منفی۔

(ملخص: تلخیص بحر الفصاحت، ص372-371)

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں صنعت تضاد اتنی کثرت سے پائی جاتی ہیں کہ ہر کلام میں قارئین کو چند اشعار ایسے مل جائیں گے جن میں دو الفاظ ایسے ضرور ہوں گے جو معنوی اعتبار سے متضاد ومخالف ہوں، ذیل میں حضور اعلیٰ حضرت کے وہ

رضویات

اشعار جو کہ تضاد ایجابی و سلبی پر مشتمل ہیں، مشتے نمونہ از خروارے صرف ایک ایک آسان شعر کم خواندہ قارئین کے سمجھنے کے لیے پیش کرتے ہیں۔

تضاد ایجابی میں اعلیٰ حضرت کا شعر:

دشمنوں کی آنکھ میں بھی پھول تم
دوستوں کی بھی نظر میں خار ہم

اس شعر کے اندر لفظ دشمن اور دوست کا استعمال ہوا ہے جو تضاد کو ظاہر کر رہا ہے نیز لفظ پھول و خار، لفظ ہم اور تم بھی اختلاف معنی میں تضاد کو ظاہر کر رہے ہیں۔

تضاد سلبی میں اعلیٰ حضرت کا شعر:

مٹ گیے مٹتے ہیں مٹ جائیں گے اعدا تیرے
نہ مٹا ہے نہ مٹے گا کبھی چرچا تیرا

اس شعر میں لفظ مٹ گئے اور نہ مٹا دونوں مصدر ''مٹنا'' سے مشتق ہیں اور دونوں اثبات و نفی کے ساتھ ہیں۔

صنعت تدبیج

صنعت طباق ہی کی ایک خاص صورت ہے۔ لغت میں اس کے معنیٰ آراستہ کرنے کے ہیں اور اصلاح میں یہ ہے کہ کلام میں رنگوں کے معانی پر دلالت کرنے والے الفاظ کا بطریق کنایہ تقابل لایا جائے جیسے:

گل کو ہاں زرد کر دے اے رخ یار
کر کے منھ لال لال آتا ہے

اس شعر میں زرد (پیلا) اور لال کے درمیان تقابل ہے جو کہ رنگوں پر دلالت کرتے ہیں اور مقصود اس سے بطریق کنایہ کے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ زرد کنایہ ہے شرمندہ کرنے سے اور منہ لال لال کرنا کنایہ ہے شاد و خرم ہونے سے، اسی مثال میں درج ذیل شعر بھی دیکھیے:

مثل گل احباب تیرے اس چمن میں سرخ رو
روئے دشمن زرد یارب صورت باد خزاں

اس شعر کے اندر لفظ ''سرخ رو'' اور لفظ ''زرد'' کا استعمال ہوا ہے، دونوں میں طباق ہے اور مقصود اس سے بطور کنایہ کے حاصل ہوتا ہے اس لیے کہ سرخ رو ہونا کنایہ ہے عزت و آبرو اور حرمت حاصل ہونے سے اور زرد رو ہونا کنایہ ہے غمگین و محزون ہونے سے۔ (ملخص: تلخیص بحر الفصاحت، ص373)

حدائق بخشش میں سیدی سرکار اعلیٰ حضرت نے کس کمال کے ساتھ اس صنعت کو جگہ دی ہے اس کا جواب نہیں، ایک شعر بطور نمونہ ملاحظہ فرمائیں:

سر سبز وصل یہ ہے سیاہ پوش ہجر وہ
چمکی دوپٹوں سے ہے جو حالت جگر کی ہے

اس شعر میں سبز (ہرا) اور سیاہ (کالا) کے درمیان تقابل ہونے سے صنعت تدبیج کا ظہور ہوا اور مقصود بطریق کنایہ کے حاصل ہو رہا ہے کیوں کہ اعلیٰ حضرت روضۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق بیان کر رہے ہیں کہ گنبد خضریٰ ردائے سبز رنگ اوڑھ کر دلہن کی طرح مسرت و شادمانی کا پیکر نظر آ رہا ہے کیوں کہ سر سبز ہونا کنایہ ہے ترو تازہ اور عیش و عشرت میں مصروف ہونے سے، اسی طرح کعبۃ اللہ نے کالا رنگ اوڑھا ہے اور کالا رنگ ہونا کنایہ ہے سوگ و ماتم کرنے سے۔ گویا دونوں دلہنوں کے دوپٹوں نے ان کے دل کی کیفیت کو ظاہر کر دیا ہے کہ روضۂ رسول محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کو پا کر (سبز رنگت کے سبب) خوشیاں منا رہا ہے اور بیت اللہ محبوب پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی جدائی میں (سیاہ غلاف کے سبب) عالم سوگ کی کیفیت سے دوچار ہے۔ (بدیع الرضا، ص78)

صنعت ایہام

اصطلاح شعر میں صنعت ایہام اس کو کہتے ہیں جس میں شاعر اپنے کلام میں کوئی ایسا لفظ لائے جس کے دو معنی ہوں، ایک قریبی معنی اور دوسرا بعیدی معنی، سامع کا گمان معنیٰ قریب کی طرف جائے لیکن شاعر کی مراد بعید معنی سے ہو۔

(ملخص: تلخیص بحر الفصاحت، ص374)

علامہ عبد الستار ہمدانی صاحب اپنی کتاب ''فن شاعری اور حسان الہند میں رقم طراز ہیں:

''صنعت ایہام کے اشعار جس کثرت سے حضرت رضا بریلوی

رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں پائے جاتے ہیں وہ کثرت تعداد دیگر شعرا کے کلام میں نہیں پائی جاتی۔ علاوہ ازیں حضرت رضا کے کلام میں جس نفاست اور معنویت کے ساتھ ذو معنیٰ الفاظ کا استعمال اور اخذ مراد پائی جاتی ہے اس کی نظیر نہیں ملتی۔'' (فن شاعری اور حسان الہند، ص 177)

حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں صنعت ایہام بہت کثرت سے پائے جاتے ہیں اس لیے تمام اشعار کا ذکر کر پانا مضمون کی طوالت کے خوف کو مدنظر رکھتے ہوئے ممکن نہیں، البتہ ایک شعر بطور مثال پیش خدمت ہے چنانچہ حضور اعلیٰ حضرت ارشاد فرماتے ہیں:

نور کی سرکار سے پایا دوشالہ نور کا
ہو مبارک تم کو ذوالنورین جوڑا نور کا

ذوالنورین حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کا لقب شریف ہے۔ اس شعر میں دو لفظ اپنے بعید معنیٰ میں استعمال کیے گئے ہیں جن میں سے ایک ''شالہ'' اور دوسرا ''جوڑا'' ہے، شال کا قریبی معنیٰ ہے: اون اور جوڑا کا قریبی معنیٰ ہے: پوشاک! لہٰذا سامع کا خیال اولاً اس طرف جائے گا کہ اے دونوروں والے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ، آپ کو نور والے سرور کائنات ﷺ کی بارگاہ سے دو نور والے اون کے کپڑے ملنے پر بہت بہت مبارک ہو، لیکن حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مراد اس شعر سے نور والے دو اون کے کپڑے نہیں، بلکہ یہ نور والے حضور کی دو صاحبزادیاں ہیں جو یکے بعد دیگرے آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی عقد میں آئیں۔

صنعت مراعات النظیر

یعنی کلام میں ایسے الفاظ کا استعمال کرنا جس میں باہم سوائے نسبت تضاد کے کچھ مناسبت ہو۔ جیسے چمن کے ذکر کے ساتھ گل و بلبل، باغبان، پتے، پودے وغیرہ کا ذکر کرنا۔

(ملخص: تلخیص بحر الفصاحت، ص 375)

مثلاً فانی بدایونی کا شعر ہے:

تیرے بغیر باغ میں پھول نہ کھل کے ہنس سکے
کوئی بہار کی سی بات اب کے بہار میں نہیں

اس شعر میں باغ کی مناسبت سے پھول اور بہار کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں، ان تینوں میں باہم مناسبت ہے تضاد نہیں، حضور اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ کے اشعار میں صنعت مراعات النظیر کی جلوہ سامانیاں دیکھنے سے تعلق رکھتی ہیں، چنانچہ علامہ عبدالستار ہمدانی صاحب اعلیٰ حضرت اور دیگر شعرا کے اشعار میں صنعت مراعات النظیر کو بیان کرنے کے بعد آخر میں رقمطراز ہیں:

''صنعت مراعات النظیر میں قارئین نے دیگر شعرائے اردو ادب کے اشعار کو ملاحظہ فرمایا اور حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان کے اشعار بھی ملاحظہ فرمائے لیکن حضرت رضا کے اشعار کے مقابلے میں دیگر شعرا کے اشعار پھیکے معلوم ہوتے ہیں۔ حضرت رضا کے اشعار میں جو فصاحت و بلاغت، رابط و تسلسل، جوروانی و ساختگی، رعایت لفظی، مضمون کی بلندی، عشق کی پاکیزگی، عنوان کی عمدگی اور جدت الفاظ کی جو نوردی ہے وہ دیگر شعرا کے کلام میں نہیں۔ حیرت کی بات تو یہ ہے کہ دیگر شعرا شرعی قید و بند سے آزاد ہو کر عشق مجازی میں اپنے قلم کو بے لگام اور بے قابو چلانے کے باوجود اپنے کلام میں جو رنگینی، رعنائی اور حسن پیدا نہ کر سکے وہ سب حضرت رضا نے شریعت کی حد بندی میں رہتے ہوئے اپنے کلام عشق حقیقی میں ایسے حسن اسلوبی سے بیان فرما دیا کہ بڑے بڑے ادبا اور فصحا کے سر خم نیاز ہو گئے۔''

(فن شاعری اور حسان الہند، ص 103)

اس صنعت میں کلام رضا سے بے شمار اشعار پیش کیے جا سکتے ہیں، بطور نمونہ اور فرحت طبع کے لیے دو شعر دیکھیے:

سر تا بقدم ہے تن سلطان زمن پھول
لب پھول، دہن پھول، ذقن پھول، بدن پھول

اس شعر میں سر، قدم، تن، لب، دہن، ذقن، اور بدن کا ایک دوسرے کے ساتھ مناسبت ہے۔

گلزار قدس کا گل رنگیں ادا کہوں
درمان درد بلبل شیدا کہوں تجھے

اس شعر میں اعلیٰ حضرت نے گلزار کے ساتھ بقیہ ص ۹ / پر

از: سید خادم رسول عینی*

سلطان اورنگ زیب! ایک انصاف ور حاکم

اسلاف و اخلاف

جب میری پوسٹنگ خاندیش مہاراشٹر میں تھی تو کئی بار اورنگ آباد جانے کا اتفاق ہوا، میں جب بھی اورنگ آباد گیا، میں نے حضرت اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے مزار (جو خلد آباد میں واقع ہے) پر حاضری کا شرف حاصل کیا، میں نے جب پہلی بار مزار عالمگیر کی زیارت کی تو میری آنکھیں دنگ رہ گئیں، اورنگ زیب وہ بادشاہ ہے جس نے پچاس سال ہندوستان میں حکومت کی، اورنگ زیب وہ بادشاہ ہے جس کی سلطنت کی باؤنڈری اکبر، ہرش وردھن، چندر گپت، وکرمادتو کی سلطنت سے بھی زیادہ وسیع تھی۔

اورنگ زیب وہ بادشاہ ہے جس کے نام سے ہی مراٹھا و گولکنڈہ تھر تھر کانپتے تھے، اسی لیے ہمیں حیرت ہوئی کہ ایسے جلیل القدر بادشاہ کی قبر اس قدر سادگی کا پیکر لیے ہوئے کیوں ہے، جب میں نے وہاں کے ذمہ داروں سے اس کے بارے میں دریافت کیا تو انھوں نے بتایا کہ عالم گیر کی یہ وصیت تھی کہ ان کی قبر پکی نہ کی جائے، ایسے ہی کچی رہنے دی جائے، قبر کے اوپر کوئی گنبد بھی نہ بنایا جائے۔

اس وصیت سے عالم گیر کی کمال درجے کی سادگی کا پتہ چلتا ہے، ہم نے شاہ جہاں، اکبر اور ہمایوں کے مقبرے دیکھے ہیں جن کی تعمیر اور سجاوٹ میں لاکھوں کروڑوں روپے خرچ کیے گیے ہیں، لیکن اورنگ زیب کی سادگی نے یہ گوارا نہیں کیا کہ ان کے مقبرے پر بھی بے تحاشا اخراجات ہوں، ایسی سادگی کے حامل شخص کے بارے میں ہم یہ کیسے کہہ سکتے ہیں کہ انھوں نے اپنی حکومت کے دوران رعایا پر ظلم و بربریت کا مظاہرہ کیا تھا۔

آیئے تاریخ کے صفحات پلٹتے ہیں اور یہ پتہ لگاتے ہیں کہ اورنگ زیب ایک ظالم بادشاہ تھے یا انصاف ور حاکم! اورنگ زیب ایک حاکم تھے، ایک حاکم ہونے کے سبب ان کا مقصد استحکام سلطنت تھا، استحکام سلطنت کے لیے انھوں نے اپنے دور حکومت میں کئی اقدامات کئے، ہوسکتا ہے ان میں سے چند فیصلوں کے نتائج غلط نکلے ہوں، صرف انھی نتائج کے سبب اورنگ زیب کو ظالم و جابر بادشاہ کہنا ناانصافی ہے، ملک اور قوم کے لیے ان کی خدمات کیا ہیں، اس پر بھی نظر رکھنا چاہیے، لیکن افسوس کہ ؎

ہمیں لے دے کے ساری داستاں میں یاد ہے اتنا
کہ عالم گیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

آیئے تاریخ کے اوراق سے پتہ لگاتے ہیں کہ حقیقت کیا ہے، دراصل اورنگ زیب ایک صوفی منش اور درویش صفت بادشاہ تھے، اورنگ زیب نے اورنگ آباد میں اپنی زندگی کے تقریباً ۳۸ رسال گزارے ہیں، اورنگ زیب ایک جفاکش، عالی دماغ، بیدار مغز، متحمل مزاج، علم دوست اور خداترس حکمران تھے، اورنگ زیب کے بچپن اور جوانی دونوں دکن کے مذہبی ماحول میں بسر ہوئے تھے، اورنگ آباد کے اسلامی ماحول، اسلامی حکومتیں، اسلامی رسم و رواج نے ان کے ذہن کی اچھی خاصی دینی تربیت کی تھی۔

شریعت کی پابندی کرتے ہوئے اورنگ زیب نے اکبر اور جہانگیر کی تمام غیر شرعی رسومات کو موقوف کردیا، ہندو راجاؤں کے لباس اور وضع کو بھی ترک کرایا، وضع قطع اسلامی بنائی اور سونے کے زیورات اور جواہرات جو بادشاہوں کی شان سمجھے جاتے تھے ان کو پہننا موقوف کردیا، آپ ہی کے دور میں اورنگ آباد میں بے شمار خانقاہیں بنیں، درگاہوں کے ساتھ مسجدیں بھی بنیں اور اس کے ساتھ ساتھ اورنگ آباد میں ایسے بے شمار مندر بھی ہیں جن کی حفاظت، مرمت اور توسیع اورنگ زیب کے عہد میں ہوئی۔

اس درویش صفت بادشاہ پر یہ سراسر بہتان ہے کہ اس نے بتوں کو توڑا، اگر ایسا ہوتا تو آج اورنگ آباد میں نہ کوئی مندر ہوتا اور نہ اکناتھ مندر کی بلند عمارت ہوتی، اورنگ زیب نے اپنی شہنشاہیت کے دور میں کسی غیر مسلم کا ناحق خون نہیں بہایا، نہ کسی مندر یا مکان کو جبراً مسجد میں تبدیل کیا، اگر یہ الزام درست ہوتا تو آج اورنگ آباد میں مسلمانوں کا تناسب اتنا کم نہ ہوتا۔

تاریخ شاہد ہے کہ پونا کے پیشوا، مرہٹوں کے سردار اورنگ زیب کے بدترین مخالف تھے، لیکن ان کی کسی بھی تحریر/ ڈائری میں اورنگ زیب کے تشدد یا ظلم کے واقعے کا اندراج نہیں ہے، اورنگ زیب حامل شریعت تھے اور کسی بھی قوم کے پلیس آف ورشپ کو مسمار کرنا وہ اسلامی رواداری کے خلاف سمجھتے تھے، اورنگ زیب نے جبرا" کسی غیر مسلم کو مسلم نہیں بنایا، البتہ بہت سارے غیر مسلم ایمان سے سرفراز اس لیے ہوئے کہ انھیں اپنی ملازمت میں ترقی چاہیے تھی یا وہ اعلیٰ منصب پر فائز ہونا چاہتے تھے، گویا اسلام قبول کرنا ان کا ذاتی فیصلہ تھا اور انھوں نے کسی کے دباؤ پر آ کر اسلام قبول نہیں کیا، اپنے دور شہنشاہی میں اورنگ زیب کے اہم کارناموں میں کچھ کارنامے مندرجہ ذیل ہیں:

۱ اورنگ زیب نے معذور افراد کے لیے بلا امتیاز مذہب وملت، غریب خانے اور مطب قائم کیے، جہاں ان کی رہائش کا مفت انتظام تھا اور ان کا علاج مفت ہوتا تھا۔

۲ اورنگ زیب نے مندروں اور مسجدوں کو خود کفیل بنانے کے لئے اراضی وقف کی۔

۳ اورنگ زیب نے ستی کی رسم کی حوصلہ شکنی کی۔

٤ اورنگ زیب نے رسم سال گرہ بند کیا کیونکہ اس میں اخراجات بے تحاشہ ہوتے تھے۔

٤ اورنگ زیب نے سکہ پر کلمہ لکھنا بند کرایا کیونکہ اس سے کلمہ کی توہین ہوسکتی تھی اور دوسری وجہ یہ تھی کہ سبھی رعایا کے لیے یکسانیت مقصود تھی۔

٥ اورنگ زیب نے شراب بند کیا کیونکہ یہ انسان کی ذات اور سماج کے لیے نقصان دہ ہے۔

٦ اورنگ زیب نے طوائف پر پابندی لگادی تاکہ عورت کو سماج میں بہتر مقام ملے۔

۷ اورنگ زیب نے ماتم پر پابندی عائد کی کیونکہ یہ کام خلاف شرع ہے۔

۸ اورنگ زیب نے قوالی پر پابندی عائد کی کیونکہ علمائے شریعت نے قوالی کو حرام قرار دیا۔

۹ اورنگ زیب نے جوا کھیلنے کو سنگین جرم قرار دیا۔

۱۰ اورنگ زیب نے ہولی اور محرم کے جلوس پر پابندی لگادی۔

آج کل ہندوستان میں یہ دیکھا جارہا ہے کہ فرقہ وارانہ فسادات زیادہ تر جلوس کی وجہ سے ہوتے ہیں، اگر ان جلوسوں پر آج بھی پابندی لگادی جائے تو فرقہ وارانہ فسادات کی روک تھام ہوسکتی ہے۔

مجھے ایک واقعہ یاد آرہا ہے، یہ اس وقت کی بات ہے جب میں دبئی میں برائے ملازمت مقیم تھا، ہندوستان اور پاکستان کے مابین کرکٹ میچ جاری تھا، ون ڈے انٹرنیشنل میچ تھا، شروعات میں ہندوستان کی ٹیم نے بہت اچھی کارکردگی کی اور عمدہ کھیل کا مظاہرہ کیا، لیکن آخری اوورز میں وسیم اکرم اور وقار یونس کی عمدہ گیند بازی کی وجہ سے ہندوستان ٹیم کی شکست ہوگئی، جب پاکستان ٹیم کی جیت ہوگئی تو دبئی میں مقیم پاکستانیوں نے جیت کی ریلی نکالی، اس سے پہلے کہ دبئی کے باشندہ بھارتیوں کا کوئی ردعمل ہو، دبئی کی پولیس نے ان پاکستانیوں کو گرفتار کرلیا کیونکہ دبئی میں کسی قسم کی ریلی یا کسی طرح کا جلوس نکالنا قانونی جرم ہے۔

اس قسم کے قوانین اگر آج بھی ہندوستان میں نافذ کیے جائیں تو ملک کو، ملک کے شہروں کو، ملک کی بستیوں کو فرقہ وارانہ فسادات سے محفوظ رکھا جاسکتا ہے، اس تناظر سے اگر دیکھا جائے تو یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ دور عالم گیر میں ہولی اور محرم کے جلوس پر پابندی حق بجانب تھی کیونکہ اس سے فرقہ وارانہ کشیدگی میں کمی ہونے کا امکان رہتا ہے۔

بہر حال! اورنگ زیب نے غلط رسومات کو ہٹا کر حکومت

اسلاف و اخلاف

اور رعایا کے اصل مقصد پر توجہ دی، ترقی کی راہ پر کام کیا اور رعایا کی بہبودی کو ترجیح دی، عہد عالم گیری میں ایک سو دس سے زیادہ غیر مسلم راجہ مہاراجہ ایسے تھے جو دس ہزاری اور پنج ہزاری منصب پر فائز تھے، مندرجہ بالا پوائنٹس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اورنگ زیب ایک انصاف پسند حاکم تھے، اورنگ زیب پابند شریعت تھے اور اپنے دل میں رسول، آل رسول اور صوفیا کی بے حد محبت رکھتے تھے، یہی وجہ ہے کہ انھوں نے یہ وصیت کی تھی:

١ مجھے حضرت زین الدین شیرازی علیہ الرحمہ کے قدموں میں دفن کیا جائے تا کہ ان کا قرب باعث برکت ہو۔

٢ سادات کا ادب واحترام لازم ہے، اس میں کوئی کمی نہ کی جائے، اس سے تمھیں دنیا اور آخرت دونوں مقامات پر فائدے ہوں گے۔

عالم گیر نماز باجماعت کے بے حد پابند تھے، جنگ کے دوران بھی وہ نماز باجماعت کا اہتمام کرتے تھے، بلخ کی جنگ میں ان کے حریف عبد العزیز نے جب دیکھا کہ اورنگ زیب نماز کا وقت ہوتے ہی نماز کے لیے کھڑے ہوجاتے ہیں تو انھوں نے اپنے سپاہیوں سے کہا کہ اپنی تلوار کو روک لو، کیونکہ ہم اس شخص سے جنگ جیت نہیں سکتے جو شریعت خداوندی کا اس قدر پابند ہے کہ جنگ کی حالت میں بھی نماز باجماعت کا اہتمام کرتا ہے۔

عالم گیر علم اور عمل دونوں جہت سے یکتائے روزگار تھے، یہی وجہ ہے کہ انھیں لوگ عالم گیر زندہ پیر کہتے تھے، ایسے خوش دل وخوش عقیدہ شخص کے تئیں غلط نظریہ رکھنا انصاف کا خون کرنے کے مترادف ہے، اورنگ زیب کے خلاف سب سے زیادہ متعصّبانہ رویہ انگریزی عہد کے مؤرخوں نے اپنایا، خاص طور پر ایلیٹ اور ڈاوسن نے یہ رویہ اپنا کر تاریخ کے ساتھ سخت ناانصافی کی ہے، آشر وادی لال، شری رام شرما، آرسی مجمدار جیسے مورخوں نے بھی اورنگ زیب پر لکھتے وقت جانب دارانہ رویے کا اظہار کیا جس سے پڑھنے والے نے اورنگ زیب کو ایک ظالم بادشاہ سمجھ لیا۔

لیکن ۱۹۶۰ء کے آس پاس چند غیر جانب دار اور صاف ذہن مؤرخوں کی لکھی ہوئی تحریریں اور کتابیں ملتی ہیں جنھیں بڑھ کر اورنگ زیب کے تئیں ساری غلط فہمیاں دور ہوجاتی ہیں اور دل یہ پکار اٹھتا ہے کہ اورنگ زیب ایک انصاف پسند حاکم تھے اور اچھے انسان بھی! ان حقیقت پسند مؤرخوں میں عرفان حبیب، ہر بنس مکھیا، ستیش چندر، رومیلا تھاپر، ڈاکٹر بی این پانڈے وغیرہ کے نام قابل ذکر ہیں، ان مؤرخوں کی کتابوں کو پڑھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ

١ اورنگ زیب برہمنوں اور مندروں کو دان دیا کرتے تھے۔

٢ اپنے دور حکومت میں اورنگ زیب نے اکبر سے بھی زیادہ ہندوؤں کو اعلیٰ عہدوں پر تقرری سے نوازا۔

٣ جزیہ اکبر سے پہلے بھی تھا اور اورنگ زیب نے اس کو دوبارا نافذ کیا مگر یہ غیر مسلموں کے صرف دس فیصد لوگوں پر نافذ تھا اور اس کی شرح صرف ۲.۲۵ ٪ فی صد تھی، جب کہ مسلمانوں پر زکاۃ ٥.۲ ٪ فی صد فرض تھی اور جزیہ نافذ کر کے دیگر سارے ٹیکس معاف کر دیئے گیے، جزیہ کے سارے پیسے خزانۂ جزیہ میں رکھے جاتے تھے جو غریبوں اور بے سہاروں کے کام آتے تھے۔

٤ اورنگ زیب نے ہندو مندروں اور مٹھوں کے لیے وظیفے مقرر کیے۔

٥ اورنگ زیب نے شمار مندروں اور گرودواروں کے لیے جاگیریں وقف کیں۔

٦ اورنگ زیب نے راجپوتوں کو پنج ہزاری کا منصب عطا کیا۔

٧ اورنگ زیب نے یہ فرمان جاری کیا کہ مسلم اور غیر مسلم کے ساتھ یکساں سلوک کیا جائے اور کسی کے ساتھ کوئی امتیاز نہ برتا جائے۔

رومیلا تھاپر کی کتاب مدھیہ کالن بھارت، بپن چندر کی کتاب مدھیہ کالن بھارت، ڈاکٹر بی این پانڈے کی کتاب خدا بخش خطبات وغیرہ سے ان باتوں کا ثبوت ملتا ہے، جہاں تک بی این پانڈے کی بات ہے ہم نے خود اپنے کانوں سے بھدرک اڈیشا کے ایک فنکشن میں ۱۹۸٤ء میں بی این بقیہ ص ۲۹ ر پر

از: حافظ افتخار احمد قادری*

حضور حجۃ الاسلام! ایک مختصر تعارف

تاریخ وصال ۱۷/ جمادی الاولیٰ پر خصوصی تحریر

تاج الاصفیاء، رئیس العلماء، آفتابِ شریعت و طریقت، شیخ المحدثین، راس المفسرین، حجۃ الاسلام حضرت علامہ محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ کی ولادت مرکز اہل سنت بریلی شریف میں ماہ ربیع الاول 1292ھ 1875ء میں ہوئی، عقیقہ میں آپ کا نام حسب دستورِ خاندانی محمد رکھا گیا، جن کے اعداد 92/ہیں اور یہی نام آپ کا تاریخی ہو گیا، آپ کا عرفی نام ''حامد رضا'' اور خطاب حجۃ الاسلام ہے۔

تعلیم و تربیت

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد حامد رضا خان قادری بریلوی رضی اللہ عنہ کی تعلیم و تربیت آغوشِ والد ماجد امام اہلسنّت مجدد دین وملت شاہ امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ میں ہوئی، والد ماجد آپ سے بڑی محبت فرماتے اور ارشاد فرماتے کہ ''حامد منی وانا من حامد'' جملہ علوم وفنون آپ نے اپنے والدِ ماجد سے حاصل کیے، یہاں تک کہ حدیث، تفسیر، فقہ وکتب، معقول ومنقول کو پڑھ کر صرف 19/سال کی عمر شریف میں فارغ التحصیل ہو گئے۔ (فاضل بریلوی علمائے حجاز کی نظر میں، صفحہ 03)

حجۃ الاسلام حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری رضی اللہ عنہ کے مرید وخلیفہ تھے اور آپ کو آپ کے والد ماجد امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی علیہ الرحمۃ والرضوان سے بھی اجازت وخلافت حاصل تھی، آپ سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے چالیسویں امام وشیخ طریقت ہیں، آپ اپنے والدِ ماجد کی تمام خوبیوں کے جامع، آپ کی شخصیت وحقانیت اسلام کی بولتی تصویر تھی، بیشتر غیر مسلم آپ کے چہرہ انور کو دیکھ کر حلقہ بگوش اسلام ہوئے، حسن کا ظاہری عالم یہ تھا کہ ایک نظر میں دیکھنے والا پکار اٹھتا ''ھذا حجتہ الاسلام۔ یہ اسلام کی دلیل ہیں، حرمین شریفین کی حاضری پر حضرت شیخ سید حسین دباغ اور سید مالکی ترکی نے آپ کی قابلیت کو خراجِ تحسین پیش کرتے ہوئے کہا تھا:

''ہم نے ہندوستان کے اطراف واکناف میں حجۃ الاسلام جیسا فصیح وبلیغ نہیں دیکھا۔'' (تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ، صفحہ، 483)

آپ کمالاتِ باطنی کے جامع، اپنے عہد کے لاثانی وبے نظیر مدرس اور آپ کا تفسیر وحدیث کا درس خاص طور پر مشہور تھا، آپ عربی ادب میں منفرد حیثیت کے مالک اور شعر وادب کا بہت نازک وپاکیزہ ذوق رکھتے تھے، آپ نے مسلک اہل سنت وسلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کی بے مثال خدمات انجام دیں اور ساری عمر مسلمانانِ اسلام کی فلاح وترقی میں کوشاں رہے، آپ اپنے اسلاف آباؤ اجداد کے مکمل نمونہ اور اخلاق وعادات کے جامع تھے، آپ جب بات کرتے تو تبسّم فرماتے ہوئے، لہجہ انتہائی محبت آمیز ہوتا، بزرگوں کا احترام، چھوٹوں پر شفقت کا برتاؤ آپ کی شرست کے نمایاں جوہر تھے، آپ ہمیشہ نظریں نیچی رکھتے، درود شریف کا کثرت سے ورد فرماتے، یہی وجہ ہے کہ اکثر آپ کو نیند کے عالم میں بھی درود شریف پڑھتے دیکھا گیا، آپ کی طبیعت انتہائی نفاست پسند تھی، آپ کا لباس آپ کی نفاست کا بہترین نمونہ ہوتا تھا، انگریز اور اس کی معاشرت کے آپ اپنے والد ماجد کی طرح شدید مخالف رہے، آپ علوم وفنون کے شہنشاہ، زہد وتقویٰ میں یگانہ اور خطابت کے شہسوار تھے، آپ نے اپنے اسلاف کا جو نمونہ قوم کے سامنے چھوڑا ہے وہ ایک عینی شاہد کی زبانی ملاحظہ فرمائیں:

''شیخ الدلائل مدنی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: حجۃ الاسلام نورانی شکل وصورت والے ہیں، میری اتنی عزت کرتے کہ جب میں مدینہ منورہ سے ان کے یہاں گیا، کپڑا لے کر میری

* مضمون نگار کریم گنج، پورن پور، ضلع پیلی بھیت، یوپی کے متوطن ہیں۔

جوتیاں تک صاف کرتے اپنے ہاتھ سے کھانا کھلاتے ہر طرح خدمت کرتے کچھ روز کے قیام کے بعد جب میں بریلی شریف سے واپس عازم مدینہ ہونے لگا تو حضرت حجۃ الاسلام نے فرمایا: مدینہ منورہ میں سرکارِ اعظم میں میرا سلام عرض کرنا:

اب تو مدینہ لے بلا گنبد سبز دے دکھا
حامد و مصطفےٰ رضا ہند میں ہیں غلام دو

(تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ،صفحہ،484)

آپ نہایت ہی متقی اور پرہیز گار تھے، علمی وتبلیغی کاموں سے فرصت پاتے تو ذکر الٰہی اور درود شریف کے ورد میں مصروف ہو جاتے، آپ کے جسم اقدس پر ایک پھوڑا ہو گیا تھا، جس کا آپریشن ناگزیر تھا، ڈاکٹر نے بے ہوشی کا انجکشن لگانا چاہا تو آپ نے منع فرمایا اور صاف کہہ دیا کہ میں نشے والا ٹیکہ نہیں لگواوں گا، عالم ہوش میں دو تین گھنٹے تک آپریشن ہوتا رہا آپ درود شریف کا ورد کرتے رہے اور کسی بھی درد و کرب کا اظہار نہ ہونے دیا، ڈاکٹر آپ کی ہمت اور استقامت وتقویٰ پر ششدر رہ گیا۔

(ماہنامہ حجاز جدید دہلی، اپریل 1989ء صفحہ 51)

علمی وتبلیغی کارنامے

حجۃ الاسلام ایک بلند پایہ خطیب، مایہ ناز ادیب اور یگانہ روزگار عالم و فاضل تھے، دین متین کی خدمت و تبلیغ، ناموسِ مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت، قوم کی فلاح و بہبود آپ کی زندگی کے اصل مقاصد تھے اور یہی سچ ہے کہ وہ غلبہ اسلام کی خاطر زندہ رہے اور سفر آخرت فرمایا تو پرچم اسلام بلند کر کے اس دنیا سے سرخرو اور کامران ہو کر گئے، آپ کے والد ماجد اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری فاضلِ بریلوی رضی اللہ عنہ نے خود ان کی علمی و دینی خدمت کو سراہا ہے اور ان پر ناز کیا ہے۔

مسلک اہل سنت و جماعت کی ترویج و اشاعت کی خاطر آپ نے برصغیر کے مختلف شہروں اور قصبوں کے دورے فرمائیں، گستاخانِ رسول سے مناظرے کیے، سیاست دانوں کے دام فریب سے مسلمانوں کو نکالا، شدھی تحریک کی پسپائی کے لیے جی توڑ کوشش کی اور ہر جہت سے باطل اور باطل پرستوں کا مقابلہ کیا، آپ سیاست دانوں کی چالوں کو خوب سمجھتے تھے اور اپنے زمانے کے حال سے پوری طرح باخبر رہ کر مسلمانوں کو سیاست وریاست کے چنگل سے بچانے کی ہر ممکن جدو جہد کرتے رہے، ساتھ ہی ساتھ اس آندھی میں اڑنے والے مسلم قائدین اور دانشوران سے افہام وتفہیم اور حق نہ قبول کرنے پر ان سے ہر طرح کی نبرد آزمائی کے لیے بھی تیار رہتے۔

علامہ عبدالباری صاحب فرنگی محلی پر ان کی کچھ سیاسی حرکات اور تحریرات کی بنا پر سرکار اعلیٰ حضرت نے ان پر فتویٰ صادر فرمایا، علامہ عبدالباری صاحب نے نجدیوں کے ذریعے حرمین شریفین کے قبہ گرانے اور بے حرمتی کرنے کے سلسلے میں لکھنؤ میں ایک کانفرنس بلائی تھی، حجۃ الاسلام جماعت رضائے مصطفےٰ کی طرف سے چند مشہور علما کے ہمراہ لکھنؤ تشریف لے گئے، وہاں علامہ عبدالباری صاحب اور ان کے متعلقین ومریدین نے زبردست استقبال کیا اور علامہ عبدالباری نے حجۃ الاسلام سے مصافحہ کرنا چاہا تو آپ نے ہاتھ کھینچ لیا، اور فرمایا کہ جب تک میرے والد گرامی کا فتویٰ ہے اور جب تک آپ توبہ نہیں کرلیں گے میں آپ سے نہیں مل سکتا، حضرت علامہ عبدالباری صاحب فرنگی محلی کا لقب صوت الایمان تھا، اُنہوں نے حق کو حق سمجھ کر کھلے دل سے توبہ کرلی اور یہ فرمایا:

''لاج رہے یا نہ رہے، میں اللہ تعالیٰ کے خوف سے توبہ کر رہا ہوں، مجھ کو اسی کے دربار میں جانا ہے، مولوی احمد رضا خاں نے جو کچھ لکھا ہے صحیح لکھا ہے۔''

(تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ،صفحہ،486)

آپ کو ایک بار دارالعلوم معینیہ اجمیر شریف میں طلبا کا امتحان لینے اور دارالعلوم کے معائنہ کے لیے دعوت دی گئی، طلبا کے امتحان وغیرہ سے فارغ ہو کر جب آپ چلنے لگے تو مفتی معین الدین صاحب اجمیری نے دارالعلوم کے معائنہ کے سلسلے میں کچھ لکھنے کی فرمائش کی، آپ نے فرمایا فقیر تین زبانیں جانتا ہے، عربی فارسی اور اُردو، آپ جس زبان میں کہیں لکھ دوں،

علامہ معین الدین صاحب اس وقت تک اعلیٰ حضرت یا حجۃ الاسلام سے اتنے متاثر نہ تھے جتنا ہونا چاہیے، انہوں نے کہہ دیا عربی میں تحریر کردیجئے، حجۃ الاسلام نے قلم برداشتہ کئی صفحہ کا نہایت ہی فصیح وبلیغ عربی میں معائنہ تحریر فرمایا، آپ کے اس قلم برداشتہ لکھنے پر علامہ معین الدین صاحب حیرت زدہ بھی ہورہے تھے اور سوچ بھی رہے تھے کہ نہ جانے کیا لکھ رہے ہیں؟ کیونکہ ان کو بھی اپنی عربی دانی پر بڑا ناز تھا۔

جب معائنہ لکھ کر حجۃ الاسلام قدس سرہ العزیز چلے آئے تو بعد میں اس کے ترجمے کے لیے مولانا مرحوم بیٹھے تو اُنھیں حجۃ الاسلام کی عربی سمجھنے میں بڑی دقت پیش آئی، بمشکل تمام لغت دیکھ کر ترجمہ کیا وہ بھی پورا ترجمہ نہیں کرسکے اور بعض الفاظ انہیں لغت میں بھی نہ ملے، بعد میں انہیں عرب علماء کی زبان اور ان کی کتب سے حاصل ہوئے تب جا کر انہیں ان الفاظ اور محاوروں کا علم ہوا۔ (تذکرہ مشائخ قادریہ برکاتیہ، صفحہ 487)

آپ زیارتِ حرمین شریفین سے بھی مشرف ہوئے، 1323ھ میں اپنے والد گرامی کے ہمراہ تشریف لے گئے، یہ حج آپ کا علمی وتحقیقی میدان میں عظیم حج تھا اور جو کارہائے نمایاں آپ نے اس حج میں ادا فرمائے وہ ''الدولۃ المکیۃ'' کی ترتیب ہے، جسے سرکار اعلیٰ حضرت نے صرف آٹھ گھنٹے کی قلیل مدت میں قلم برداشتہ لکھا، مذکورہ کتاب کے اجزاء حجۃ الاسلام کو دیئے جاتے تھے تو آپ ان کو صاف کرتے تھے، پھر اس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے کیا، یہ ترجمہ بہت ہی اہم ہے جو دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے، زیارتِ سرکارِ مدینہ ﷺ کا اشتیاق جس درجہ آپ کو تھا اس کا صحیح اندازہ آپ کے مندرجہ ذیل شعر سے ہوتا ہے:

اب تمنا میں دم پڑا ہے یہی سیارہ زندگی کا
بلالو مجھ کو مدینہ سرور نہیں تو جینا حرام ہوگا

حجۃ الاسلام صاحبِ تصنیف بزرگ تھے، ذیل میں آپ کی قلمی یادگار کی نشاندھی کی جاتی ہے، قارئین ملاحظہ فرمائیں:
(۱) الصارم الربانی علی اسراف القادیانی سب سے پہلے آپ نے 1315ھ میں قادیانیوں کا رد لکھا۔ (۲) ترجمہ الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ، حسام الحرمین علی منحر الکفر والمین، حاشیہ ملا جلال، مقدمہ الاجازات المتینہ، نعتیہ دیوان، فتاویٰ حامدیہ۔

اولادِ امجاد

حجۃ الاسلام کے دو صاحب زادے اور چار صاحب زادیاں تھیں، صاحبزادگان کے نام یہ ہیں: حضور مفسر اعظم ہند حضرتِ مولانا ابراہیم رضا خان جیلانی میاں، حضرت مولانا حماد رضا خان نعمانی میاں۔

وصال

حجۃ الاسلام 17/جمادی الاولیٰ 1362ھ مطابق 23/مئی 1943ھ 70/سال کی عمر میں عین حالتِ نماز میں دوران تشہد 10/بجکر 35/منٹ پر اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

جنازے کی نماز آپ کے خلیفۂ خاص حضرتِ محدثِ اعظم پاکستان مولانا سردار احمد قادری قدس سرہ العزیز نے مجمع کثیر میں پڑھائی، آپ کا مزار مبارک خانقاہ عالیہ رضویہ بریلی شریف میں والد ماجد کے پہلو میں ہے، ہر سال عرس مبارک کی تاریخ میں بے شمار علما ومشائخ کے ساتھ عوام شریک ہوتے ہیں اور اپنے دامنوں کو گوہر مراد سے پر کرتے ہیں، بریلی شریف کے علاوہ بھی برصغیر پاک وہند میں آپ کے بے شمار متوسلین مذکورہ تاریخ میں آپ کے روحانی فیض سے مستفیض ہوتے ہیں۔

◆◆◆

ص ۵۲/کا بقیہ...

دونوں کے درمیان کوئی بات نہ ہوئی، جب مرگئیں تو آپ سفید جھنڈا لے کر اس کی میت کے ساتھ چلے۔

انھوں نے اپنے مرض موت میں مجھے بتایا کہ وہ اپنی بیوی کے ساتھ ستاون سال رہے، ایک رات بھی وہ آپ کے ساتھ نہ سوئی، حالانکہ شادی کے وقت دونوں راضی تھے، جب آپ کو کوئی کہتا کہ اسے طلاق دے دو تو کہتے ظلم میری جانب سے ہے، اس کی جانب سے نہیں کیوں کہ یہ تو میرے اعمال کی شکل ہے۔

(بیویوں کی ایذا رسانی پر صبر، ۸۵-۸۶)

◆◆◆

اسلاف و اخلاف

پانچویں قسط

(از: مولانا محمد زاہد علی مرکزی*

بھارتی مسلمانوں کا ۷۵ رسالہ دردناک سفر

گزشتہ سے پیوستہ

1989ء 24 فروری: بمبئی (مہاراشٹر) 67٪ ہندو، 19٪ مسلمان مہاراشٹر کے وزیر اعلی: شرد پوار، پارٹی کانگریس، جون 1988 – جون 24 1991 فروری کو آیت اللہ خمینی کی طرف سے تمام مسلمانوں سے ایک اپیل جاری کرنے کے بعد پہلے جمعہ کو یہ اعلان کیا گیا کہ مصنف سلمان رشدی کو اس کی کتاب The Satanic Verses کی اشاعت پر قتل کر دیا جائے، اسی بنا پر بمبئی میں کچھ مسلم گروپوں کی جانب سے ایک بند کا اہتمام کیا گیا۔ اکتوبر 1988 میں انڈین حکومت کی طرف سے کتاب پر پہلے ہی پابندی عائد کر دی گئی تھی، لیکن خمینی کے فتوے نے تحریک کو دوبارہ زندہ کر دیا، احتجاجی جلوس نکالا گیا، احتجاج کی ایک بین الاقوامی لہر نے پوری دنیا میں مسلم کمیونٹی کو مشتعل کر دیا، اس کی تقریبات نہ صرف دہلی، کلکتہ، بنارس اور دارجلنگ میں منعقد کی گئی تھیں بلکہ پاکستان، برطانیہ، جاپان، ترکی اور فرانس میں بھی ہوئیں، بمبئی میں شرکاء میں اسلامی تنظیموں سے وابستہ نوجوان شامل تھے۔ جلوس کو منتشر کرنے کے لیے پولیس کی مداخلت کے بعد محمد علی روڈ جو کہ مسلم علاقہ ہے وہاں ہنگامہ آرائی شروع ہوگئی۔ سرکاری اعداد و شمار میں مہلوکین کی تعداد گیارہ بتائی ہے۔

(A. Shah 1989) (Engineer 1989c) (Wright 1990) (René 1997) (Graff 2008: 227)

1989، 16–20 اپریل: ہزاری باغ (بہار) 73٪ ہندو، 21٪ مسلمان بہار کے وزیر اعلی: ستیندر نارائن سنہا، کانگریس (ا) مارچ 1989 تا دسمبر 1989 اپریل ماہ میں تشدد نے ہزاری باغ (بہار) کو لپیٹ میں لے لیا۔ ہندو رام نومی کے جلوس کے راستے کے بارے میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا ہوئی۔ اسے پولیس نے جامع مسجد کے قریب سے گزرنے سے روک دیا تھا۔ VHP نے قدیم جلوس کے راستے پر چلنے کا حق حاصل کرنے کے لیے قصبے میں ایک ناراض مظاہرے کی قیادت کی – آخر کار ضلع انتظامیہ نے VHP کا مطالبہ مان لیا۔ 16 اپریل کو جب جلوس نکل رہا تھا ایک بم پھٹا، جس سے فساد شروع ہوا، سرکاری ذرائع کے مطابق 19 افراد ہلاک ہوئے۔ (لیکن غیر سرکاری رپورٹس کے مطابق تقریباً 100 ہلاکتیں ہوئیں)

(Sunday 07–13/05/1989) (The Illustrated Weekly 21/05/1989)

1989ء 14 ستمبر: کوٹا (راجستھان) 79٪ ہندو، 16٪ مسلمان وزیر اعلی راجستھان: شیو چرن ماتھر، کانگریس پارٹی، جنوری 1988 تا دسمبر 1989 کوٹا (راجستھان) کا مشہور شہر ہے، 14 ستمبر کو ایک " ہندو اننت چترڈشی" جلوس نے شہر میں مسلم مخالف نعرے لگاتے ہوئے مارچ کیا۔ کئی اکھاڑوں کے ارکان اور ہندو فرقہ وارانہ تنظیموں کے کارکن بھیڑ میں موجود تھے۔ گھنٹہ گھر کے علاقے میں جب جلوس ایک مسجد کے قریب رکا تو مسلمانوں نے جوابی وار کیا۔ بڑے پیمانے پر ہنگامہ آرائی اور فساد ہوا۔ جرائم پیشہ عناصر کی طرف سے لوٹ مار اور آگ زنی کی وارداتیں بھی ہوئیں۔ خاص کر مسلم کاروباری گروپوں کو نشانہ بنایا گیا، خاص طور پر شیعوں کا بوہرہ فرقہ زد میں رہا۔ میڈیا نے 16 ہلاکتوں کی اطلاع دی۔ حکومتی رپورٹوں میں ہلاکتوں کی تعداد 21 بتائی گئی ہے لیکن اردو اخبار Tulu-e-Subh نے مجموعی طور پر 26 افراد شمار کرائے، مرنے والوں میں 22 مسلمان اور چار ہندو شامل تھے۔

(Frontline 30/09–13/10/1989) (Sunday 1–7/10/1989) (Engineer 1989a) (Saksena 1990: 72)

1989ء 28 ستمبر: بدایوں (اتر پردیش) 56٪ ہندو، 43٪ مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلی: نارائن دت تیواری، کانگریس پارٹی، جون 1988 تا دسمبر 1989 بدایوں (اتر پردیش) میں اردو کی وجہ سے فسادات پھوٹ پڑے۔ یہ فساد اردو کو اتر پردیش کی دوسری سرکاری زبان بنائے جانے کے معاملے پر ہوے۔ 27 ستمبر کو اے بی وی پی (اکھل بھارتیہ ودیارتھی پریشد، آل انڈیا اسٹوڈنٹس کونسل) نے قصبے میں اردو مخالف جلوس نکالا۔ 28 ستمبر کو فسادات ہوئے، اسی دن ریاست کی قانون ساز اسمبلی میں اردو بل پیش کیا گیا تھا۔ اسلامیہ انٹر کالج کے طلباء نے اردو کے حامی مارچ کا اہتمام کیا اور ایک ہندو کالج پر حملہ کیا۔ آتش زنی اور قتل و غارت شروع ہوگئی، مسلح افراد نے قصبے کی چھتوں سے راہ گیروں پر فائرنگ کی۔ کچھ میڈیا رپورٹس کے مطابق فسادات میں 27 افراد ہلاک ہوئے۔ دیگر رپورٹ نے مجموعی طور پر 60 سے زیادہ ہلاکتوں کا اندازہ لگایا۔ تشدد دیہی علاقوں میں بھی پھیل گیا۔ کاس گنج–کاشی پور ٹرین پر حملے کے دوران ہجوم کے ہاتھوں 13 مسافروں کی موت ہوگئی۔ دیگر ذرائع نے اس حملے میں مرنے والوں کی تعداد 24 بتائی ہے۔

(The Times of India 29/09/1989) (The Times of India 01/10/1989) (Frontline 14–27/10/1989: 108) (India Today 31/10/1989: 19) (Saksena 1990: 2)

1989ء 14 اکتوبر: اندور (مدھیہ پردیش) 81٪ ہندو، 13٪ مسلمان مدھیہ پردیش کے وزیر اعلی: موتی لال وورا، کانگریس پارٹی، جنوری 1989 تا دسمبر 1989 مدھیہ پردیش کے مشہور شہر اندور میں فرقہ وارانہ فسادات ہوئے، یہاں اکثریت غیر مسلموں کی ہے، شاہ بانو کیس کے بعد سے شہر کا ماحول فرقہ وارانہ ہوگیا تھا۔ "بابری مسجد/ رام جنم بھومی مسئلہ" ایک اور بنیادی عنصر تھا جس نے آخر کار فسادات کو ہوا دینے میں مدد کی۔ 30 ستمبر کو وی ایچ پی کی ایک زبردست ریلی نکالی گئی۔ 14 اکتوبر کو ایودھیا میں متوقع رام مندر کی تعمیر کے لیے مقدس اینٹوں کو لے کر ایک رام شیلا جلوس پورے شہر میں نکلا، جس سے مسلمانوں میں ناراضگی اور خوف ہراس پیدا ہوا۔ اس جلوس میں 25,000 سے زیادہ لوگوں نے شرکت کی، جن میں سے بی جے پی، آر ایس ایس اور وی ایچ پی کے ارکان شامل تھے۔ کچھ مسلم رہنماؤں نے 13 اکتوبر کو پیغمبر اسلام کے یوم پیدائش کے اعزاز میں اتنا ہی بڑا جلوس نکال کر اس تقریب کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا۔

1990 کے ریاستی اسمبلی کے انتخابات تیزی سے قریب آرہے تھے ایسے میں کانگریسی حکومت جس نے پہلے ہی ہندو رام شِلا کے انعقاد کی اجازت دے دی تھی۔ اس نے مسلم ووٹروں کی ناراضگی کا خطرہ مول نہیں لینا بہتر سمجھا اور پیغمبر اسلام کے یوم ولادت یعنی عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلوس نکالنے کی اجازت دے دی۔ رام لکشمن چوک کے قریب فساد اس وقت بھڑک اٹھا جب 30,000 افراد پر مشتمل مسلم جلوس کے اختتام پر پٹاخے پھٹ گئے، جس سے ہجوم خوفزدہ ہوگیا۔ کچھ مسلح مارچ کرنے والوں نے ہنگامہ آرائی شروع کردی، جو جلد ہی پولیس– مسلم تصادم میں بدل گئی۔ چیف منسٹر کے مخالفین بشمول کانگریس کے اندر کے لوگوں نے فسادات کا فائدہ اٹھا کر ان کی انتظامیہ کی نااہلی کا مظاہرہ کیا۔ انجینئر کے اندازے کے مطابق ان فسادات میں 27 لوگ مارے گئے (20 مسلمان اور سات ہندو) جن میں سے زیادہ تر کی موت پولیس کی فائرنگ سے ہوئی، سرکاری ذرائع کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 23 بتائی گئی ہے جن میں 19 مسلمان بھی شامل ہیں۔ غیر سرکاری رپورٹس میں کہا گیا ہے کہ اصل تعداد 35 سے 50 کے درمیان ہوسکتی ہے۔

(The Indian Express 16/10/1989) (Frontline 28/10–10/11/1989) (Engineer 1989b)1989;

22–28 اکتوبر: بھاگلپور (بہار) 69٪ ہندو، 30٪ مسلمان بہار کے وزیر اعلی: ستیندر نارائن سنہا، کانگریس پارٹی، مارچ 1989 تا دسمبر 1989 ہندوستان کی آزادی کے بعد تاریخ میں سب سے زیادہ یاد رکھے جانے والے فسادات میں

سے بھاگلپور (بہار) اور اس سے ملحقہ 250 دیہات بھی شامل ہیں ۔جسٹس رامانندن پرساد کمیشن آف انکوائری نے مارچ 1995 میں ایک اچھی تحقیقی رپورٹ پیش کی۔" بابری مسجد/ رام جنم بھومی تنازعہ" نے پوری ریاست بہار میں فرقہ وارانہ کشیدگی پیدا کردی تھی۔ ریاستی حکومت نے ضلعی اور پولیس حکام کو انتہائی احتیاط کا مشورہ دیتے ہوئے ہدایات جاری کی تھیں۔ بھاگلپور قصبہ میں کشیدگی عروج پر تھی۔ بھولا پوجا اور محرم کے تہواروں کا ایک ساتھ ہونا بھی نقصان دہ ثابت ہوا۔

20 اگست کو بھولا کے جلوس کے دوران ایک مسلمان رکشہ ڈرائیور کا حل نہ ہونے والا قتل دونوں برادریوں میں پہلے ہی دشمنی کی جڑ تھا۔ اکتوبر میں مقامی ہندو گروپوں نے ایودھیا کے لیے رام شلا جلوس نکالنے کی اجازت مانگی جو تاتار پور کے مسلم اکثریتی علاقے سے گزرنا تھا۔ضلع انتظامیہ نے اس طرح کے مطالبے میں شامل حساسیت اور ریاستی حکومت کی ہدایات کو نظر انداز کرتے ہوئے جلوس کے منتظمین کو مجوزہ راستے پر چلنے کی اجازت دے دی۔تشدد 24 اکتوبر کو اس وقت شروع ہوا جب رام شیلا جلوس مسلم مخالف نعرے لگاتے ہوئے نکلا، تاتار پور کے باشندوں نے جلوس کے داخلے کو مسترد کیا۔ مبینہ طور پر ایک مسلم اسکول سے بم پھینکے گئے اور پولیس نے ہجوم پر فائرنگ کی جس سے دو افراد ہلاک ہوگئے۔ تاتار پور—علاقے کے کالجوں کے تقریباً 20 مسلم طلباء ہجومی تشدد میں مارے گئے، اس کے بعد شہر میں فساد پھیل گئے۔ مسلمانوں کے گھروں دکانوں اور مذہبی مقامات کو غنڈوں نے لوٹا اور جلایا۔ بنگروں کے محلے کو زمین بوس کردیا گیا۔

26 اکتوبر کو جمنا کوٹھی کے علاقے میں ہجوم نے اٹھارہ افراد کو بے دردی سے قتل کردیا تھا۔ٹرینوں پر بھی حملہ کیا گیا: مسافر جن کے نام ریزرویشن چارٹ پر مسلمان تھے تلاش کرکے مارے گئے۔ پولیس اور ان کے سپرنٹنڈنٹ کے ایس دویدی نے مسلمانوں کے قتل میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیا۔ ان کی شمولیت اتنی وسیع تھی کہ بہار کے ڈائریکٹر جنرل آف پولیس کو دویدی کی فوری تبدیلی کا مطالبہ کرنا پڑا۔لیکن اپنی انتخابی مہم کے دورے کے دوران 26 اکتوبر کو وزیراعظم راجیو گاندھی نے مقامی پولیس والوں کی شکایات سننے کے بعد اعلان کیا کہ سپرنٹنڈنٹ دویدی کا تبادلہ نہیں کیا جائے گا، اس طرح تشدد کے تسلسل کو جائز ٹھہرایا گیا۔ رامانندن پرساد کمیشن نے انتہائی سخت الفاظ میں پولیس فورسز کی طرفداری اور فعال شرکت کی مذمت کی، خاص طور پر بہار ملٹری پولیس (بی ایم پی) کی۔ قریبی دیہاتوں میں بھی افسوسناک واقعات پیش آئے۔

26 اکتوبر کو ٹیمونی گاؤں (125 گھرانے) مکمل طور پر تباہ ہوگیا۔ گاؤں والوں کا انخلاء جو پہلے 25 اکتوبر کو کیا گیا تھا اس لیے ہلاکتوں کی تعداد گیارہ اموات تک محدود رہی، چندیری میں 27—28 اکتوبر کو ہندو ہجوم کے ہاتھوں سو مسلمانوں کو قتل کردیا گیا۔ رامانندن پرساد کمیشن نے یہ بھی اطلاع دی ہے کہ 27 اکتوبر کو ملحقہ دیہاتوں سے آنے والے ایک چار ہزار مضبوط ہجوم نے جگدیش پور پولیس اسٹیشن کے اسسٹنٹ سب انسپکٹر کی فعال ملی بھگت سے لوگین گاؤں پر نو گھنٹے تک حملہ کیا اور دو دو سو افراد مارے گئے۔ مجموعی طور پر، سرکاری ریکارڈ کے مطابق تشدد میں 396 افراد ہلاک ہوئے۔ لیکن امکان ہے کہ ان واقعات کے دوران ایک ہزار سے زیادہ لوگ اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے، پولیس تمام اموات درج کرنے سے گریزاں تھی۔ انجینئر نے اطلاع دی کہ 896 مسلمان اور 50 ہندو مارے گئے، اور 106 لوگ لاپتہ ہیں، جس سے مرنے والوں کی مجموعی تعداد 1,052 ہوگئی۔

پچاس سے ساٹھ ہزار افراد کو مہاجر بننا پڑا، ضلعی اور پولیس انتظامیہ کی واضح جانبداری اور ریاستی حکومت کے ردعمل میں تاخیر پر کئی مبصرین نے زور دیا۔ فسادات سے پانچ دن پہلے کانگریس کی زیر قیادت ریاستی انتظامیہ کو ایک مقامی افسر کی طرف سے ایک خط موصول ہوا تھا جس میں سپرنٹنڈنٹ آف پولیس، دویدی اور ضلع مجسٹریٹ ارون جھا کو ہٹانے کی درخواست کی گئی تھی جنھوں نے پہلے بھی فرقہ وارانہ فسادات سے نمٹنے میں غیر ذمہ داری

کا مظاہرہ کیا تھا۔لیکن ریاستی حکومت نے اس تجویز کو نظر انداز کر دیا۔ یہ ایک بھیانک غلطی ثابت ہوئی۔ تاخیر سے ٹرائل 2007 میں ہوا: اصل میں جن لوگوں پر الزام لگایا گیا تھا ان میں سے صرف چوبیس کو ہی آخر کار فیصلہ سنایا گیا۔ ان میں سے دو پولیس افسران سمیت چودہ کو قصوروار پایا گیا۔

India Today 15/10/1989) (The Statesman 25/11/1989) (Bharti 1989) (Saksena 1990: 170–172) (Engineer 1990b) (A. K. Jha 1991)(Engineer 1995b) (Rizvi 1997)

یہ وہی فساد ہے جس میں مسلمانوں کے قتل کے بعد کھیتوں میں دفن کر کے اوپر سے گوبھی بو دیا گیا تھا، یہ گاؤں آج بھی مسلمانوں سے ویران ہے اور ایک خاندان وہاں اس لیے رہ رہا ہے کہ اپنے مرحومین کے قبرستان کی دیکھ بھال کر سکے— ہم نے یہاں بہت اختصار سے کام لیا ہے ورنہ یہ وہ فساد ہے کہ پڑھتے ہوئے آنکھیں ساون بھادوں کی طرح برستی ہیں، انڈیا میں کانگریس کی دورنگی پالیسی نے فسادات کو بڑھاوا دیا اور ہمیشہ مسلمانوں کا نقصان کیا ہے۔

1990ء اپریل— اکتوبر: گجرات 89٪ ہندو، 9٪ مسلمان وزیر اعلی گجرات: چمن بھائی پٹیل، کانگریس پارٹی، مارچ 1990 تا فروری 1994 فرقہ وارانہ طور پر حساس ریاست گجرات میں فساد ہوا۔ احمد آباد میں اپریل اور اکتوبر میں متاثرین کی تعداد 30 سے 40 کے درمیان رہی، کئی افراد اپنی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ان فسادات کی چنگاری ایل کے اڈوانی کی زیر قیادت "رام رتھ یاترا" نے بھڑکائی تھی، جو 25 ستمبر کو سومناتھ قصبے سے شروع ہوئی اور راستے میں گجرات کے کئی قصبوں میں تشدد کو ہوا دیتی چلی گئی، ستمبر میں، گنپتی (یا گنیش چترتھی) کے تہوار کے موقع پر بڑودہ، آنند اور سورت کے قصبوں کو بھی تشدد نے اپنی لپیٹ میں لے لیا، بڑودہ میں اس وقت فسادات پھوٹ پڑے جب گجرات کے بی جے پی وزیر صحت کی قیادت میں گنپتی کا جلوس ایک مسلم علاقے سے گزرا۔ ہجوم نے مسلمانوں کی دکانوں کو لوٹتے ہوئے ہنگامہ آرائی کی۔ بی جے پی وزیر نے پولیس کی مداخلت کو روک دیا۔ نتیجے میں آٹھ افراد مارے گئے۔ آنند میں 4 ستمبر کو پھر وہی منظر دہرایا گیا، گنیش جلوس نے مسلم علاقے سے گزرتے ہوئے مسلم مخالف نعرے لگائے اور یہاں بھی تین افراد جاں بحق ہوئے، اسی دن سورت میں گنپتی تہوار کے دوران ایک شخص کو چاقو مار کر قتل کر دیا گیا۔

(Engineer 1990a) (Varshney and Wilkinson 2004; database (Rajeshwari 2004)

1990ء 30 ستمبر: کرنل گنج (اتر پردیش) 81٪ ہندو، 19٪ مسلمان اتر پردیش کے وزیر اعلی: ملائم سنگھ یادو، جنتا دل، دسمبر 1989— جون 1991 کرنیل گنج (اتر پردیش) کی تحصیل (سب ڈسٹرکٹ) اور گونڈا ضلع کے آس پاس کے دیہاتوں میں سنگین فسادات پھوٹ پڑے۔ ستمبر کے پہلے ہفتے سے کرنیل گنج میں ماحول کشیدہ تھا جب بی جے پی کے ایک لیڈر کلیان سنگھ نے ایودھیا میں رام مندر کے بارے میں ایک میٹنگ سے خطاب کیا جس میں پانچ ہزار لوگوں نے شرکت کی تھی۔ 30 ستمبر کو مسلمانوں کے درگا پوجا کے جلوس پر پتھراؤ کرنے اور پیٹرول بم پھینکنے کے بعد فسادات پھوٹ پڑے جلوس میں رام مندر کی حمایت میں نعرے لگ رہے تھے۔ سنگباری کے بعد ہندو ہجوم نے مسلمانوں کے گھروں پر حملہ کر دیا۔ تشدد ضلع کے دیہی علاقوں میں بھی پھیل گیا۔ سرکاری طور پر مرنے والوں کی تعداد 42 تھی لیکن غیر سرکاری ذرائع نے تقریباً 100 اموات اور دیگر ذرائع نے 300 سے زیادہ کی اطلاع دی ہے، پانڈے چورا گاؤں میں سرکاری اعداد وشمار کے مطابق مرنے والوں کی تعداد 12 اور کانجے مئو میں مرنے والوں کی تعداد چھ رہی، یہ دونوں گاؤں خاص طور پر متاثر ہوئے۔

Frontline 27/10–09/11/1990b) (Sunday 14–20/10/1990b) (India Today 31/10/1990); (Engineer, 1990a) (Jaffrelot 1996: 419)

1990ء اکتوبر: کرناٹک 84٪ ہندو، 12٪ مسلمان

کرناٹک کے وزیر اعلیٰ: ویرندر پاٹل، کانگریس پارٹی، نومبر 1989–10 اکتوبر 1990، ایس بنگارپا، کانگریس پارٹی، 17 اکتوبر–1990 نومبر 1992 بھارت کے جنوب میں فرقہ وارانہ تشدد کے تسلسل کو دیکھتے ہوئے ریاست کرناٹک کے بھی کئی حصوں میں فسادات ہوئے، رام نگرم، چناپٹنا، کولار، داونگیرے اور ٹمکور کے قصبوں میں فرقہ وارانہ تشدد ہوا جس میں سرکاری گنتی کے مطابق 46 لوگ مارے گئے۔ 3 اکتوبر کو پیغمبر اسلام کے یوم پیدائش کے ساتھ دسہرہ کے ہندو تہوار کے اتفاق سے مذہبی حساسیت بڑھ گئی تھی۔ رام جیوتی کے جلوس نے فرقہ وارانہ جذبات کو ہوا دی۔ چنناپٹنہ میں ایک ہندو لڑکے کی طرف سے ایک مسلم لڑکی کو "جنسی طور پر ہراساں کرنے" کے معاملے نے فسادات کو جنم دیا جس میں 17 افراد ہلاک ہوئے، ان میں 13 مسلمان اور 4 ہندو تھے۔ کولار میں 2 اکتوبر کو رام جیوتی جلوس نکالا گیا، اس کے بعد 3 اکتوبر کو پیغمبر کی برسی کے لیے ایک مسلم جلوس نکلا، جس کے دوران آرائشی روشنیوں کو توڑ دیا گیا۔ مسلمانوں کے ہجوم نے کئی گاڑیوں کو جلا دیا، جس کے نتیجے میں ہندوؤں کی طرف سے جوابی کارروائی کی گئی، جس میں دو افراد کو چاقو کے وار کر کے ہلاک کر دیا گیا۔ داونگیر میں رام جیوتی جلوس کے دوران فرقہ وارانہ تشدد ہوا جس کے نتیجے میں پولیس کی گولی سے ایک شخص ہلاک اور چھرا گھونپنے کے واقعات میں آٹھ افراد ہلاک ہوئے۔

(Sunday 14–20/10/1990) (Frontline 27/10–09/11/1990) (India Today 31/10/1990)

1990ء اکتوبر: راجستھان 89٪ ہندو، 9٪ مسلمان راجستھان کے وزیر اعلیٰ: بی ایس شیخاوت، بی جے پی، مارچ 1990 تا دسمبر 1992 بھارتی ریاست راجستھان میں اکتوبر میں فسادات شروع ہوئے، 3 اکتوبر کو "ادے پور" میں فسادات اس وقت شروع ہوئے، جب ایک ہندو رام جیوتی جلوس پر پتھراؤ کیا گیا۔ اس کے بعد ایک ہندو ہجوم احتجاج کے لیے جمع ہوا اور مسلمانوں کے میلاد النبی کے جلوس پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ ہندو سندھیوں (جو تقسیم کے بعد آئے) اور معاشی طور پر خوشحال بوہرہ مسلمانوں کے درمیان مقامی دشمنی تشدد کی بنیادی وجہ تھی، اس میں ایک شخص مارا گیا، 23 اکتوبر کو سمستی پور (بہار) کے قصبے میں ایل کے اڈوانی کی رام رتھ یاترا کو روکنے کے بعد تشدد ہوا تھا۔ اڈوانی کو گرفتار کیا گیا اور بعد میں مسانجور میں قید کر دیا گیا۔ اس واقعہ نے اتر پردیش، گجرات اور راجستھان میں ہندو انتہا پسند لوگوں کو بھڑکا دیا۔ جے پور میں بی جے پی نے بند (عام ہڑتال) کی کال دی اور بڑی تعداد میں لوگ سڑکوں پر جمع ہونے لگے۔ ایک غلط افواہ پھیلی کہ ہندو بچوں کو مسلم اکثریتی علاقے والے رام گنج کی ایک مسجد میں قید کر کے رکھا گیا ہے، اس افواہ نے فسادات کو مزید ہوا دی۔ پھر کی تھا گھروں کو جلایا گیا۔ لوگوں کو تشدد پر اکسانے والی آڈیو کیسٹس شہر کے مختلف حصوں میں بجائی گئیں، مسلح ہندو اور مسلم گروہ آپس میں لڑ پڑے، تشدد میں پچاس کے قریب جانیں گئیں۔ جسٹس ایم ایل تبریوال کمیشن آف انکوائری نے ان فسادات میں پولیس کی غیر مستعدی اور تیاری کی مذمت کی۔

Engineer 1990a)(Mayaram 1993); (National Integration Council 2007: 60)

.... جاری

تصنیف: امام فقیہ ابو اللیث نصر ابن محمد سمرقندی
ترجمہ: علامہ مفتی محمد صالح قادری بریلوی*

فکر آخرت

بائیسویں قسط

ترغیبات

گزشتہ سے پیوستہ

شمع رسالت کے پروانوں کی بے چینی

...جب اسی حالت میں تیسرا دن ہوا تو حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے اور دروازۂ نبوی پر آ کر کھڑے ہوئے اور (بڑے ادب سے) کہا: **السلام علیکم یا اھلَ بیتِ الرحمة!** اے کاشانۂ رحمت کے سکّان! آپ سبھی کو سلام، کیا رسول اللہ تک رسائی کی کوئی سبیل ہے؟ جب کوئی جواب نہیں ملا تو روتے ہوئے پیچھے ہٹ آئے...

...پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ آئے اور دروازۂ مبارکہ پر کھڑے ہو کے (ادب سے وہی) عرض کیا: اے اہل بیت رحمت! آپ سب کو السلام علیکم کیا حضور تک باریابی کی کوئی سبیل ہے؟ جب کسی نے کوئی جواب نہیں دیا تو آپ بھی روتے ہوئے ہٹ آئے، پھر حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے کاشانۂ رحمت کا رخ کیا آ کے دروازۂ پاک پر کھڑے ہوئے اور (ادب سے وہی) عرض کیا: السلام علیکم یا اہل بیت الرحمۃ! (پھر کہا): کیا میرے آقا و مولیٰ، اللہ کے رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک رسائی کی کوئی سبیل ہے؟ جب آپ کو بھی کسی نے کوئی جواب نہیں دیا (مایوس ہو کر) رونے لگے۔ اور روتے ہوئے (گرتے پڑتے لوٹے) پھر حضرت بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کا رُخ کیا، راہ میں چلتے چلتے کبھی گر پڑتے اٹھتے پھر گر پڑتے (گرتے پڑتے کسی طرح) بتول زہرا رضی اللہ عنہا کے گھر تک پہونچے۔

دروازۂ مبارکہ پر کھڑے ہو کر آواز لگائی: **السلام علیکِ یا بنت رسول اللہ!** اے شہزادیٔ رسول آپ پر سلام ہو! اور اس وقت گھر میں حضرت مولیٰ علی موجود نہیں تھے۔ (پھر اپنی بات عرض کی) اے رسول اللہ کی شہزادی! (آپ کو معلوم ہو کہ کئی روز سے) رسول اللہ لوگوں سے محتجب ہو کر گھر میں تشریف رکھتے ہیں، بس نماز کیلئے نکلتے ہیں۔ اس نکلنے میں بھی کسی سے کوئی بات نہیں فرماتے۔ نہ کسی کے لئے باریابی کا اذن مرحمت فرماتے ہیں (تو ہم شمع رسالت کے پروانے بے حال، بے چین ہیں، للہ ہماری مدد کیجئے)...

سیدہ بی بی فاطمہ کا بارگاہ رسالت میں پہنچنا

...تو حضرت سیدہ بی بی فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اپنی عبائے قطوانی زیب تن فرمائی اور کاشانۂ نبوت کی طرف چلیں حتی کہ دروازۂ پاک پر آ کر رکیں اور وہیں سے سلام کیا اور پھر عرض کیا: یا رسول اللہ! میں فاطمہ (دروازہ پر کھڑی) ہوں اور اس وقت حضور سجدہ ریز ہو کر گریہ وزاری میں مشغول تھے، آواز سن کر سجدہ سے سر اقدس اٹھایا اور فرمایا:

”مَابَالُ قُرَّةِ عَيْنِیْ فَاطِمَةَ حُجِبَتْ عَنِّی، اِفْتَحُوا لَهَا الْبَاب۔ (ترجمہ) میری آنکھ کی ٹھنڈک فاطمہ کا کیا حال ہے کہ مجھ سے محجوب (دروازہ پر رُکی کھڑی) ہے، ارے اس کے لئے دروازہ کھول دو۔“

دروازہ کھولا گیا، آپ اندر آئیں، جب رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر نظر پڑی تو دیکھتے ہی رو پڑیں بہت روئیں کیونکہ دیکھا کہ حضور کا رنگ متغیر ہے، چہرہ پیلا پڑ گیا ہے، بہت رونے اور غمگین رہنے کی وجہ سے چہرہ اقدس سُت گیا ہے...

سوال: بی بی فاطمہ نے عرض کیا یا رسول اللہ! حضور پر کیا مصیبت نازل ہوئی (جس نے اس حالت کو پہونچا دیا)؟

جواب: حضور نے فرمایا: بیٹی فاطمہ! میرے پاس (کئی روز پیشتر) جبرئیل آئے تھے اور جہنم کے دروازوں (طبقوں کی حالت و کیفیت بیان کی) اور خبر دی کہ اس کے سب سے اوپری طبقے

* مترجم جامعۃ الرضا بریلی شریف کے صدر مفتی اور شیخ الحدیث ہیں۔

ہیں میرے گنہگار امتی رہیں گے تو اس خبر نے مجھے رُلایا اور غمگین کیا ہے۔

امت مرحومہ کے عاصیوں کی خصوصی رعایت

سوال: بی بی فاطمہ نے عرض کیا: یارسول اللہ! حضور کے امتی دوزخ میں کیسے جائیں گے۔

جواب: حضور نے فرمایا: اچھا! (لوسنو کیفیت دخول بیان کرتا ہوں): فرشتے ان کو دوزخ کی طرف ہانک کے لے جائیں گے اور (اگلی امتوں کے برخلاف) حال یہ ہوگا نہ ان کے چہرے کالے پڑیں گے، نہ آنکھیں نیلی ہوں گی، نہ ان کے منھوں (ہونٹوں، زبانوں) پر مہر لگی ہوگی اور نہ شیطان کے ساتھ انکا جوڑ بھرا گیا ہوگا اور نہ ان کو ہتھکڑی، طوق اور بیڑیاں ڈالی جائیں گی۔

دوزخ میں ڈالے جانے کی کیفیت

سوال: بی بی فاطمہ کہتی ہیں میں نے عرض کیا یارسول اللہ! فرشتے انہیں (دوزخ میں ڈالنے کے لئے اپنی طرف) کیسے کھینچیں گے؟

جواب: فرمایا: (فرشتے) مردوں کو ان کی داڑھیاں پکڑ کے اور عورتوں کو ان کی چوٹیاں اور سر کے اگلے بال پکڑ کر کھینچیں گے اور (گھسیٹتے ہوئے) دوزخ کو لے جائیں گے...

...تو میری امت کے کتنے، سفید بالوں والے (بوڑھے) بھی، داڑھی پکڑ واکے دوزخ کو لے جائے جائیں گے اور وہ (اپنی اس مصیبت پر روتے ہوئے) پکار پکار کر کہتے ہوں گے ہائے بوڑھاپا! ہائے ناتوانی! اور کتنے جوانوں کو بھی ان کی داڑھیاں پکڑ کے (فرشتے) دوزخ کی طرف گھسیٹ کر لے جائیں گے اور وہ (ندامت وافسوس کا اظہار کرتے ہوئے) کہتے ہوں گے ہائے جوانی، ہائے خوبصورتی اور میری امت کی کتنی عورتیں پیشانی کے بال پکڑ واکے دوزخ کی طرف گھسیٹی جائیں گی اور کہتی ہوں گی ہائے فضیحت ہائے رسوائی! ہائے بے ستری! حتی کہ وہ سب (مرد وعورت) داروغۂ جہنم، (حضرت) مالک (علیہ السلام) تک پہنچائے جائیں گے...

امت مرحومہ کے عاصیوں کا امتیاز

...جب حضرت مالک ان کی طرف نظر اٹھائیں گے تو (ملائکہ سے) پوچھیں گے: یہ کون لوگ ہیں؟ (کس کی امت ہیں؟) کہ (اب تک) جتنے بدنصیب مجھ پر پیش ہوئے ہیں اُن سے اِن کی حالت بہت عجیب ہے (یعنی بدلی ہوئی) ہے کہ نہ تو ان کے چہرے کالے ہوئے، نہ آنکھیں نیلی ہوئیں، نہ منھوں پر مہر لگی ہے نہ یہ شیطانوں کے ساتھ بندھے ہوئے ہیں، نہ ان کی گردنوں میں طوق پڑے ہیں نہ ہاتھوں پیروں میں ہتھکڑیاں پڑی ہیں؟ ملائکہ جواب دیں گے: ہمیں (ان لوگوں کے متعلق) اسی طرح حکم ہوا ہے کہ ہم انہیں آپ کے پاس اسی حالت میں لائیں (ہمیں اور کچھ نہیں معلوم) تو اب حضرت مالک خود ان عاصیوں سے پوچھیں گے ارے بدنصیبو! تم کون لوگ ہو؟

دوسری خبر کے مطابق (یہاں یوں ہے کہ) وہ راستہ بھر تو حضور کے نام کی دہائی دیں گے، لیکن داروغہ دوزخ کو دیکھتے ہی (مارے دہشت کے) نام اقدس یاد نہیں رہے گا، جب فرشتے ان کو کھینچتے ہوئے (دوزخ کی طرف) لے جائیں گے تو وہ (میری دہائی دیتے ہوئے فریاد کرتے ہوئے) پکار پکار کر کہیں گے، **وامحمداہ! وامحمداہ!** پھر جب داروغۂ جہنم پر ان کی نظر پڑے گی تو ان کی ہیبت سے، حضور کا نام بھول جائیں گے، اب حضرت مالک علیہ السلام ان سے پوچھیں گے ارے تم کون لوگ ہو! وہ کہیں گے ہم لوگ ان میں سے ہیں جن پر قرآن مجید نازل ہوا تھا اور جن پر رمضان شریف کے روزے فرض ہوئے تھے، سن کر حضرت مالک کہیں گے قرآن تو صرف محمد (مصطفے ﷺ) کی امت پر نازل ہوا تھا جب وہ (حضرت مالک علیہ السلام کی زبان سے) حضور کا نام پاک (محمد) سنیں گے تو ان کی چیخیں نکل جائیں گی اور کہیں گے ہاں ہم انہیں کی امت سے ہیں...

کیا قرآن میں معاصی سے کوئی زاجر[۱] نہ تھا

...تو حضرت مالک (علیہ السلام) ان سے پوچھیں گے: کیا تمہارے لئے قرآن مجید میں، اللہ کی نافرمانیوں سے زاجر نہیں تھا؟ (یعنی کیا فسق وفجور کی پاداش سے تمہیں ڈرایا نہیں گیا تھا)؟ پھر جب انہیں جہنم کے کنارے کھڑا کیا جائے گا اور وہ

[۱] زاجر = ڈانٹنے والا، تنبیہ کرنے والا، یعنی کوئی وعید وانذار، ۱۲/مترجم غفرلہ۔

آگ اور زبانیہ (عذاب کے جلادوں) کی طرف نظر اٹھائیں گے تو (مالک سے) کہیں گے اگر ہمیں آپ اجازت دے دیں تو ہم اپنی جانوں پر رولیں، وہ اجازت پا کر روئیں گے، آنسو بہائیں گے حتی کہ روتے روتے جب آنسو ختم ہو جائیں گے تو خون کے آنسو روئیں گے...

کاش کہ ایسا رونا دنیا میں روتے

...حضرت مالک علیہ السلام کہیں گے کاش ایسا رونا تم دنیا میں روتے (تو کتنا اچھا ہوتا) کیونکہ اگر ایسی رولائی تم نے اللہ کی خشیت سے دنیا میں کی ہوتی تو (یہ نوبت نہ آتی بلکہ) تمہیں آج یہ آگ چھوتی بھی نہیں (اس عذاب میں گرفتار نہ ہوتے) پھر حضرت مالک، زبانیہ، (یعنی جہنمی جلادوں) کو حکم دیں گے ان کو دوزخ میں پھینکو پھینکو...

کلمۂ اخلاص کی تاثیر

...جب وہ دوزخ میں گرائے جائیں گے تو ان سب کے مونہوں سے **لا الٰہ الا اللہ** کہنے کی آواز بلند ہوگی کلمۂ طیبہ سن کر آگ (ٹھٹک کر) پیچھے ہٹ جائے گی مالک، آگ کو حکم دیں گے کہ انکو پکڑ لے آگ کہے گی: میں انکو کیسے پکڑوں جب کہ یہ لوگ **لا الٰہ الا اللہ** کہہ رہے ہیں۔ حضرت مالک (علیہ السلام) پھر وہی حکم دیں گے کہ انکو پکڑ وہ پھر یہی جواب دیگی میں **لا الٰہ الا اللہ** کہنے والوں کو کیونکر پکڑ سکتی ہوں، وہ کہیں گے ارے ہاں۔ (یہ حکم میں تجھے اپنی طرف سے نہیں دے رہا ہوں) یہ تو اللہ رب العرش الکریم ہی کا حکم ہے۔ تو پھر آگ انہیں پکڑ لے گی ان میں سے کسی کو ٹخنوں تک پہنچے گی اور کسی کو گھٹنوں تک اور کسی کو کوکھوں تک اور بعض کو گلوں تک پکڑے گی...

آگ کو اجازت نہیں ہوگی کہ امت محمدیہ کے چہرے اور دل جلائے

...پھر آگ جب انکے مونہوں تک بڑھنا چاہے گی تو حضرت مالک کہیں گے کہ (بس) ان کے چہرے (کبھی) مت جلا کیونکہ انہوں نے دنیا میں زندگی بھر رحمن کیلئے سجدے کئے تھے اور ان کے دل (کبھی) مت جلا کیونکہ انہوں نے (اللہ کی رضا کیلئے) عمر بھر ماہ رمضان کے روزے رکھے تھے اور پیاس کی تکلیف برداشت کی تھی...

امت محمدیہ کب تک دوزخ میں رہے گی؟

...پھر وہ دوزخ میں یوں ہی پڑے رہیں گے جب تک اللہ کی مشیت ہوگی اور وہ **یا ارحم الراحمین! یا حنّان! اور یا منّان!** کہہ کہہ کر فریاد کرتے رہیں گے...

عاصیوں کی طرف نظر رحمت

...پھر جب کبھی اللہ تعالی (اپنی مشیت کے مطابق) حکم عذاب نافذ فرما چکا ہوگا تو جبرئیل علیہ السلام سے فرمائے گا: اے جبرئیل! محمد (مصطفی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی امت کے عاصیوں کے ساتھ کیا کیا گیا؟ (یعنی انکا حال وقال کیسا ہے؟) تو جبرئیل علیہ السلام عرض کریں گے: **اللھم انت اعلم بھم**، اے اللہ! تو خود خوب جانتا ہے۔ (انکا حال وقال مجھے نہیں معلوم) تو ان سے اللہ تعالی فرمائے گا: جا دیکھ کے آ، کہ انکا کیا حال ہے؟ تو جبرئیل علیہ الصلاۃ والسلام، مالک (علیہ السلام) کے پاس جائیں گے، وہ وسط جہنم میں آگ کے منبر پر بیٹھے ہوں گے جب حضرت مالک، حضرت جبرئیل علیہ السلام کو آتا دیکھیں گے تو انکی تعظیم کیلئے کھڑے ہو جائیں گے اور کہیں گے: اے جبرئیل! آپ کو اس (بُری) جگہ داخل ہونے کی کیا ضرورت پیش آ گئی؟ تو جبرئیل علیہ السلام ان سے کہیں گے (یہ بتاؤ کہ) امت محمدیہ کے گنہگاروں کی جماعت کے ساتھ آپ نے کیا کیا؟ وہ کہیں گے (کیا بتاؤں؟) اُنکا کتنا بُرا حال ہے اور انکی کتنی بُری جگہ ہے؟...

امت محمدیہ کے ساتھ آتش دوزخ کا سلوک

...انکے جسموں کو آگ نے بالکل جلا دیا آگ انکے گوشت کھا چکی۔ ہاں انکے چہرے اور دل بچے ہوئے ہیں اور دلوں میں ایمان جھلک رہا ہے۔ جبرئیل کہیں گے ان سے طبق اٹھاؤ تا کہ میں خود دیکھ لوں۔ تو مالک، (اپنے ماتحت) خازنوں کو (طبق اٹھانے کا حکم دیں گے) طبق اٹھ جائے گا۔ جب دوزخیوں کی نظر جبرئیل علیہ السلام پر پڑے گی اور انکی خلقت کا حسن دیکھیں گے تو جان لیں گے کہ یہ ملائکہ بقیہ ص ۷ / پر

از: طارق محمود رضوی *

سخن در سخن

بیوی خیر اعظم ہے

زندگی میں ویسے تو انسان کی بہترین اور مختلف طرح کی مشغولیت ہوتی ہے جس میں وہ اپنے آپ کو منہمک رکھتا ہے اور دوسری دنیا سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہوتا، مثلا: ایک شاعر اپنے آپ کو شاعری میں مشغول رکھتا ہے اور یہ کوشش کرتا ہے کہ کوئی لمحہ شاعری کے بغیر نہ گزرے، شوشل میڈیا کا دیوانہ ہر لمحہ شوشل میڈیا پر گزارنے کا خواہاں ہوتا ہے، اسی طرح لوگ مختلف چیزوں میں دلچسپی رکھتے ہیں اور اس چیز کو وہ اپنا متاع حیات سمجھ کر گلے سے لگا لیتے ہیں، ان تمام مصروفیات کو مدنظر رکھتے ہوئے مطالعہ کو گہری نظر سے دیکھیں تو وہ بہترین اور وفادار ساتھی بن کر ہمارے رنج والم کو ختم کرتا ہوا نظر آتا ہے، اسی فکر کو اپنے ذہن میں بساتے ہوئے بہت سارے لوگ سفر کی صعوبتوں کو ختم کرنے کے لیے مطالعہ کرتے ہیں کہ سفر بھی آسانی سے مکمل ہو جائے اور وقت کا ضیاع بھی نہ ہو، فقیر بھی اسی روش پر عمل پیرا رہنے کی کوشش کرتا ہے۔

گزشتہ کل جے پور سے لکھنؤ کا سفر کرنا تھا جو کہ ایک طویل مسافت تھی، اگرچہ یہ سفر رات کا تھا اور سونے میں کٹ سکتا تھا لیکن السفر کالسقر سے کون واقف نہیں! اسی لیے فقیر نے اس سفر میں اسلام اور چاند کا سفر کتاب کا مطالعہ کرنے کا ارادہ کیا لیکن کتابی شکل میں نہ ہونے کی وجہ سے ارادہ تبدیل کرنا پڑا اور بیویوں کی ایذا رسانی پر صبر کو بالاستیعاب از اوّل تا آخر بغور پڑھا، بیویوں کی ایذا رسانی پر صبر یہ کتاب محترم یوسف انجیک السوسی کی کتاب الصبر علی الزوجات کا اردو ترجمہ ہے۔

یہ کتاب میاں بیوی تعلقات کو سمجھنے اور سلجھائے رکھنے میں کافی مددگار ہے، بیویوں کے تعلق سے وہ معلومات فراہم کی گئی ہیں جن کا علم ہر ایک مسلمان کو ہونا چاہیے، ساتھ میں یہ ان لوگوں کے لیے بہت مفید ہے جو شادی کا ارادہ تو رکھتے ہیں مگر شادی سے خوف کھاتے ہیں یا جن کی شادی ہو گئی ہے اور وہ اپنی بیویوں سے پریشان رہتے ہیں، خواہ اس طرح پریشان ہوں کہ انہیں اپنے ہمسفر کی طرف سے کسی بات کا جواب اچھے انداز میں نہیں ملتا یا ہر وقت کان میں ایک ڈراؤنی آواز گونجتی رہتی ہے یا بیوی کی ناراضگی ہو یا ان کی بیوی ان کے لیے جان وبال بن گئی ہوتی ہے یا کوئی اور معاملہ ہو، غرض میاں بیوی کے درمیان ہر قسم کے ہونے والے معاملات کا حل اس میں موجود ہے، ساتھ ہی یہ کتاب طلاق دینے کا ارادہ رکھنے والوں کے لیے بھی ان گنت فوائد سے خالی نہیں ہے۔

کتاب میں مندرجہ ذیل موضوعات پر گفتگو کی گئی ہے: طلاق کیسا عمل ہے؟ والدین کے کہنے پر عورت کو طلاق دینے کا کیا حکم ہے؟ عورتوں کی زبان درازی پر کیا کرنا چاہیے؟ بیویوں کی اذیت کرنے پر کیا ثواب ہے؟ بزرگوں کے پاس اپنی بیوی کی شکایت لانے والوں کو بزرگوں کا جواب، انبیائے کرام، صحابہ عظام، علما اور صلحا کی بیویوں کا کس طرح کا رویہ رہتا تھا؟ بیویوں کی ایذا رسانی پر قصیدے۔ دو شادیاں کرنے والوں کا کیا حال ہوتا ہے؟ ایک واقعہ خوش طبعی کے لیے پیش خدمت ہے:

شیخ علی خواص کے شاگرد امام شعرانی لواقح الأنوار القدسية في بيان العهود المحمدية میں فرماتے ہیں: شیخ علی خواص رحمہ اللہ کی بیوی تین ماہ سے زیادہ عرصہ آپ کو چھوڑے رہیں، ایک ماہ تو محض اس لیے دور رہیں کہ کھلے پانی میں آپ نے ان کی مرغی کو پانی پلا دیا تھا، ایک بار غلطی سے بیوی کے برتن میں پانی پی لیا تو آپ کے منہ لگنے کی جگہ کو انہوں نے کھرچ دیا اور کبھی بھی اس جگہ اپنا منہ نہ لگایا، حجاز کا سفر ساتھ کیا، لیکن وہ پاس نہ آئیں، مصر کا سفر ساتھ کیا واپس آ گئے لیکن بقیہ ص ۴۳ ر پر

منظومات

فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

از: محمد فرقان فیضی
امام احمد رضا لائبریری، سرلاہی، نیپال

مومنوں کے دلوں کی میں تسکین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

خوف مجھ کو نہ ایوان باطل سے ہے
جنگ پھر آج ادیان باطل سے ہے
خون سے اس لیے آج رنگین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

اہل ایمان کا پہلا قبلہ ہوں میں
ہر مسلمان کا پہلا قبلہ ہوں میں
شکر رب سے فدائے نبیین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

خون کے آنسو مجھ کو رلایا گیا
میرے بچوں کو مارا ستایا گیا
غمزدہ غم کا مارا ہوں غمگین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

دین کے واسطے سر کٹا دیجئے
جاں کی بازی لگے تو لگا دیجئے
سب کو کرتا اسی کی میں تلقین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

سب نے مل کر شریعت پہ پہرہ دیا
پرچم حق پھر اقصیٰ پہ لہرا دیا
قوم کا فخر ہوں دیں کا تمکین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

قوم وملت کا ہر فرد ہے ساتھ میں
دامنِ مصطفیٰ ہے مرے ہاتھ میں
یہ نہ ہر گز سمجھنا میں مسکین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

مجھ میں فاروق اعظم کی جرأت بھی ہے
مجھ میں ایوبی جیسی شجاعت بھی ہے
میں ہمیشہ سے ہی مثل شاہین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

میں کبھی اپنے دشمن سے ڈرتا نہیں
فیضیؔ باطل کی تائید کرتا نہیں
میں مقدس زمیں حق کا آئین ہوں
میں فلسطین ہوں، میں فلسطین ہوں

بچّہ ہے، اس کو یُوں نہ اکیلے کفن میں ڈال

از: جناب فارس

بچّہ ہے، اس کو یُوں نہ اکیلے کفن میں ڈال
ایک آدھ گڑیا، چند کھلونے کفن میں ڈال

نازک ہے کونپلوں کی طرح میرا شِیر خوار
سردی بڑی شدید ہے، دُہرے کفن میں ڈال

کپڑے اِسے پسند نہیں ہیں کُھلے کُھلے
چھوٹی سی لاش ہے، اِسے چھوٹے کفن میں ڈال

ننّھا سا ہے یہ پاؤں، وہ چھوٹا سا ہاتھ ہے
میرے جگر کے ٹکڑوں کے ٹکڑے کفن میں ڈال

مجھ کو بھی گاڑ دے مرے لختِ جگر کے ساتھ
سینے پہ میرے رکھ اِسے، میرے کفن میں ڈال

ڈرتا بہت ہے کیڑے مکوڑوں سے اِس کا دل
کاغذ پہ لکھ یہ بات اور اِس کے کفن میں ڈال

مٹی میں کھیلنے سے نکھر جائے گا سفید
نیلا سجے گا اِس پہ سو نیلے کفن میں ڈال

عیسیٰ کی طرح آج کوئی معجزہ دکھا
یہ پھر سے جی اُٹھے، اِسے ایسے کفن میں ڈال

سوتا نہیں ہے یہ مری آغوش کے بغیر
فارسؔ مجھے بھی کاٹ کے اِس کے کفن میں ڈال

◆◆◆

حضور قائد ملت کا دورہ راجستھان

الحمدللہ جانشین وشہزادۂ سرکار تاج الشریعہ قائد ملت حضرت علامہ شاہ مفتی محمد عسجد رضا خان قادری برکاتی مدظلہ العالی نے اپنے قیمتی اوقات سے پورا ایک ہفتہ عنایت فرما کر اہل راجستھان پر خصوصی کرم نوازی فرمائی۔ جس سے صوبہ بھر میں مسلکی بیداری محسوس کی گئی، آپ کا دورۂ راجستھان ۱۸؍ستمبر سے شروع ہوکر ۲۴؍ستمبر کو ختم ہوا، سب سے پہلے آپ اودے پور تشریف لے گئے، آپ کے ہمراہ مولانا عاشق حسین صاحب قبلہ کشمیری اور جناب ڈاکٹر سید عبدالصمد صاحب بھی تھے، اودے پور میں بارش ہونے کے باوجود عوام اہل سنت کا سیلاب اپنے قائد کے دیدار کے لئے جمار ہا، بالآخر حضور قائد ملت مدظلہ العالی کی اسٹیج پر آمد ہوئی، آپ نے بے شمار لوگوں کو بیعت فرمایا اور پند ونصائح کر کے دعا فرمائی اور پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۱۹؍ستمبر کو حضرت پالی تشریف لے گئے، جہاں قائد ملت کی آمد پر نعروں کی صدائیں بلند ہوئیں، لوگ اپنے قائد کی آمد سے خوشیوں میں جھوم رہے تھے اور جلوس کے ساتھ اسٹیج پر لائے لوگ آپ کی زیارت سے شرفیاب ہوئے، بعدہ آپ نے لوگوں کو حلقہ مریدین میں داخل فرما کر ایک جامع خطاب فرمایا پھر آپ ہی نے صلاۃ وسلام پڑھا کر دعا فرمائی اسی طرح پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۲۰؍ستمبر کو جودھپور میں جالوری گیٹ عیدگاہ کے جلسہ میں آپ رونق اسٹیج ہوئے، لوگوں کو بیعت فرمایا اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہنے کی تاکید فرمائی، کلام تاج الشریعہ سنا کر لوگوں کو بے خود کر دیا، اس کے بعد ۲۱؍ستمبر کو دو پروگرام تھے، بعد نماز مغرب پیپاڑ سٹی اور بعد نماز عشا میڑتا سٹی میں، پیپاڑ سٹی آپ کی آمد قریب رات نو بجے ہوئی، لوگوں سے مصافحہ کے دوران خلاف شرع دو انگوٹھی پہننے پر دو آدمیوں کی اصلاح فرمائی، اس کے بعد آپ رونق اسٹیج ہوئے، پروگرام صابری مسجد کے باہر تھا، آپ نے ماشاء اللہ ایک عمدہ خطاب فرمایا اور عوام کی فرمائش پر نعت پاک کے چند اشعار بھی پڑھے، دیوبندیوں کے غلبہ والے پیپاڑ سٹی میں چند سال قبل یہاں جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخ قائم ہوئی اور مسلک اعلیٰ حضرت کا کام شروع ہوا، قائد ملت کی آمد سے شہر کے سنیوں میں جان پیدا ہوگئی۔

یہاں سے آپ میڑتا سٹی کے لئے روانہ ہوئے، یہاں بھی لوگوں نے آپ کا شاندار استقبال کیا، قیام گاہ کے باہر لوگوں کا ہجوم تھا لوگ آپ کے دیدار کے منتظر تھے، بالاخر آپ رات ۲؍بجکر ۲۰؍منٹ پر اسٹیج پر تشریف لائے، خطاب فرمایا، لوگوں کی فرمائش پر نعت پاک کے چند اشعار پڑھے پھر صلاۃ وسلام اور دعا کے بعد پروگرام اختتام پذیر ہوا۔

۲۲؍ستمبر کو کچامن سٹی میں رات کے ایک بجے قریب قائد ملت اسٹیج پر تشریف لائے، مفتی عاشق صاحب نے خطاب فرمایا پھر حضرت نے لوگوں کو بیعت کر کے پند ونصائح کیں پھر آپ نے صلاۃ وسلام پڑھا کر دعا فرمائی، وہاں ایک مدرسے کی سنگ بنیاد بھی حضرت نے اپنے دستِ مبارک سے رکھی۔

۲۳؍ستمبر کو سجان گڑھ اور شیرانی آباد میں حضرت نے نعت خوانی کے ساتھ اور خطاب بھی فرمایا پھر لوگوں کو داخل سلسلہ بھی کیا، پھر آپ جامعہ ہاشمیہ تشریف لے گئے اور اپنا تاثر قلم بند فرمایا، پھر حضرت شیرانی آباد کے لئے روانہ ہوئے جہاں لوگوں نے خوب زوردار استقبال کیا قیام گاہ پر پہنچ کر تھوڑے سکون کے بعد چائے ناشتہ کیا یہاں حضرت نے جماعت رضائے مصطفیٰ راجستھان کے صدر حضرت علامہ حافظ نصیر احمد صاحب قبلہ رضوی باسنوی کی کاوشوں کو سراہا اور فرمایا کہ دس سال میں آپ نے انقلاب پیدا کیا ہے، آپ کا طریقۂ کار بہت عمدہ ہے، راجستھان کے باہر بھی جا کر کام کریں۔ پھر آپ اسٹیج پر رونق افروز ہوئے پھر کچھ کتب کا اجرا فرمایا اور لوگوں کو بیعت کیا پھر پند ونصائح فرما کر صلاۃ وسلام اور دعا فرمائی، اس طرح پروگرام ختم ہوا۔

پھر ۲۴؍ستمبر کو بیکانیر میں پروگرام تھا، قیام گاہ پر ملاقاتی آئے، ان میں ایک شخص کی لبوں کے قریب داڑھی کے بال کٹے ہوئے تھے، حضرت نے اصلاح فرمائی کہ یہ بھی بقیہ ص ۷؍پر

सुन्नी दुनिया में इश्तिहार देकर अपने कारोबार और इदारे को फ़रोग़ दें

Monthly Package Four Colour महाना पैकेज फोर कलर

S. No.	Adv. Space	کوارٹر پیج Quarter Page	ہاف پیج Half Page	فل پیج Full Page	اشتہار کی جگہ	نمبر شمار
1	Back Title Page	8000/-	10000/-	15000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	6000/-	8000/-	12000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	4000/-	6000/-	10000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Quarterly Package Four Colour तिमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	20000/-	25000/-	35000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	15000/-	20000/-	30000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	10000/-	15000/-	25000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Half Yearly Package Four Colour छमाही पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	30000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	20000/-	35000/-	50000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	15000/-	25000/-	40000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Yearly Package Four Colour सालाना पैकेज फोर कलर

1	Back Title Page	50000/-	70000/-	100000/-	بیک ٹائٹل پیج	۱
2	Back Side of Front Title Page	35000/-	60000/-	80000/-	فرنٹ ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۲
3	Back Side of Back Title Page	25000/-	40000/-	60000/-	بیک ٹائٹل پیج کا اندرونی حصہ	۳

Black & White Package any in side Magzine ब्लैक एण्ड व्हाईट पैकेज रिसाला में कहीं भी

1	Monthly	1500/-	3000/-	5000/-	ماہانہ	۱
2	Quarterly	4000/-	8000/-	12000/-	سہ ماہی	۲
3	Half Yearly	7000/-	12000/-	16000/-	ششماہی	۳
4	Yearly	10000/-	16000/-	20000/-	سالانہ	۴

नोट:-

1 तीन महीने का मतलब कोई भी तीन महीने, इसी तरह 6 या 12 महीने का मतलब कोई भी 6 या 12 महीने।

2 वक़्त और हालात के पेशे नज़र इश्तिहार की इबाअत मुक़द्दम व मुवख़्ख़र भी हो सकती है।

3 पूरे इश्तिहार की रक़म एक मुश्त पेशगी जमा करनी होगी।

Contact: 82 Saudagaran, Dargah Aalahazrat, Bareilly Sharif (U.P.), Pin - 243003, Mob. 9411090486
Account Details: Asjad Raza Khan, SBI A/c No. 10592358910, IFSC Code: SBIN0000597

RNI No. UPMUL/2017/71926
Postal Regd. No. UP/BR-34/2023-25
NOVEMBER - 2023
PAGES 56 WITH COVER
PER COPY : ₹ 30.00
PER YEAR : ₹ 350.00

MAHNAMA SUNNI DUNIYA

Printer, Publisher & Owner Asjad Raza Khan, Printed at Faiza Printers, Bara Bazar, Bareilly
Published at 82, Saudagran, Dargah Aala Hazrat, Bareilly Sharif (U.P.) PIN : 243003, Editor Asjad Raza Khan

